شریعت، طریقت اور اجتماعیت پر مبنی دینی شعور کا نقیب

ماہنامہ رحیمیہ لاہور

مدیر اعلیٰ: حضرت اقدس مولانا مفتی عبدالخالق آزاد رائے پوری
جانشین حضرت اقدس رائے پوری رابع

بانی: حضرت اقدس مولانا
شاہ سعید احمد رائے پوریؒ
قدّس اللّٰہ سِرّہٗ السّعید
مسند نشین رابع خانقاہِ عالیہ رحیمیہ رائے پور

رحیمیہ کا انگلش ایڈیشن ہماری ویب سائٹ پر پڑھا جاسکتا ہے۔

جنوری 2013ء/صفر، ربیع الاول 1434ھ – جلد نمبر 5، شمارہ نمبر 1 – قیمت فی شمارہ: مبلغ 20 روپے – سالانہ ممبر شپ: مبلغ 200 روپے – تین سالہ ممبر شپ: مبلغ 500 روپے

مجلس ادارت
سرپرست: ڈاکٹر مفتی سعید الرحمٰن
صدر: مفتی عبدالمتین نعمانی
مدیر: محمد عباس شاد

درسِ قرآن
مؤمن اور کافر کا تقابل
ارشادات
ارشادات حضرت رائے پوری رابعؒ
مکتوبات
مکتوبِ گرامی حضرت مولانا محمد اختر

درسِ حدیث
دینی شعور رکھنے والے فقیہ کا بلند درجہ
تأثرات
دعوتِ حق کے عظیم رہنما
پیغام
حضرت رائے پوریؒ کے جانشین کا پیغام

اداریہ
ایک نئے عزم کے ساتھ شعوری جدوجہد
تأثرات
آہ! میرے حضرتؒ
دینی مسائل
آپ کے فقہی سوالات کے جوابات

خطبہ جمعة المبارک
تقویٰ کا مفہوم اور اس کے شعوری تقاضے
رفتارِ کار
ادارہ رحیمیہ کی مجلس شوریٰ کا اجلاس

حضرت اقدس مولانا ارشادِ گرامی **شاہ عبدالقادر** رائے پوری قدس سرہ   مسند نشین ثانی خانقاہِ عالیہ رحیمیہ رائے پور

فرمایا کہ: ''جب امیر حبیب اللہ صاحب (والیٔ افغانستان) ہندوستان آئے تھے تو ہمارے حضرت (شاہ عبدالرحیم رائے پوری) رحمۃ اللہ علیہ نے اہتمام سے سفر کیا۔ ہم کو انبالہ چھوڑا اور حضرت (مولانا خلیل احمد) سہارن پوریؒ بھی ساتھ تھے۔ حضرتؒ سرہند پہنچے۔ وہاں امیر صاحب کے پیر مُلّا شور بازار کی خدمت میں حاضر ہوئے اور چاہا کہ پیر صاحب امیر صاحب کو علی گڑھ کالج جانے سے روک دیں اور انھوں نے اطمینان بھی دلایا، مگر آخر کیا ہوا۔ امیر صاحب وہاں پہنچے۔

علی گڑھ کالج والوں نے کہیں کہیں سے پُرانے پُرانے کتب خانے اٹھا کر منگوا لیے۔ عربی خطبات تیار کرائے اور بعض جگہ کے طلبا کو جمع کر کے امیر کو دکھا دیا کہ کالج عربی تعلیم بھی دیتا ہے اور جب امیر صاحب کالج دیکھ کر چلے گئے تو یہ سارا مواد منتشر کیا اور خوب خوب مذاق اڑایا۔ کلکتہ میں انگریزوں نے امیر صاحب کو ایسی سیر کرائی کہ ایک افغان بیان کرتا تھا کہ اب ہندوستان سے جا کر امیر حبیب اللہ صاحب پہلے جیسے نہیں رہے۔ پہلے تو خود نماز کی امامت کیا کرتے تھے، پھر اپنی نمازوں میں بھی سستی ہونے لگی۔''

(مجلس 19 محرم الحرام 1365ھ/27 اگست 1946ء، بروز منگل۔ مقام: رائے پور) (ارشادات حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ، ص: 73-72۔ طبع: مکتبہ رشیدیہ، لاہور)

اِدارہ رحیمیہ علومِ قرآنیہ ٹرسٹ (رجسٹرڈ)
رحیمیہ ہاؤس، 33/A کوئینز روڈ (شارع فاطمہ جناح) لاہور
092-42-36307714,36369089-www.rahimia.org
Email: info@rahimia.org

کراچی کیمپس
رحیمیہ ہاؤس 9/A، سینٹر پوائنٹ سوسائٹی، بلاک نمبر 21
راشد منہاس روڈ، فیڈرل بی ایریا، کراچی
0092-21-36321616,36320707

راولپنڈی کیمپس
رحیمیہ ہاؤس، N.A-7، سیو تھیھ روڈ
سیٹلائٹ ٹاؤن، راولپنڈی
0092-51-4581357-58

ملتان کیمپس
رحیمیہ ہاؤس 30/A، سٹریٹ نمبر 2، خان کالونی
چونگی نمبر 7، ایل ایم کیو روڈ، ملتان
0092-61-6212021

سکھر کیمپس
فلیٹ نمبر 111، 1st فلور، رائل اپارٹمنٹ
ریس کورس روڈ، سکھر
0092-71-5615185

درسِ قرآن

تشریح: امامِ انقلاب مولانا عبیداللہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ

مؤمن اور کافر کا تقابل

ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ مَوْلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاَنَّ الْكٰفِرِيْنَ لَا مَوْلٰى لَهُمْ۝ اِنَّ اللّٰهَ يُدْخِلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ؕ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَتَمَتَّعُوْنَ وَيَاْكُلُوْنَ كَمَا تَاْكُلُ الْاَنْعَامُ وَالنَّارُ مَثْوًى لَّهُمْ۝

(یہ اس لیے کہ جو لوگ ایمان لے آئے ہیں ان کا رفیق تو اللہ تعالیٰ ہے اور جو لوگ انکار کرتے ہیں ان کا کوئی رفیق نہیں ہے۔ اللہ ان لوگوں کو، جو ایمان لائے اور جنھوں نے (اس ایمان کے مطابق) اچھے کام کیے، یقیناً باغوں میں داخل کرے گا۔ جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں اور جو منکر اور دشمن ہیں وہ ایسے فائدہ اٹھاتے ہیں اور کھاتے ہیں، جیسے چوپائے کھاتے ہیں اور ان کا گھر آگ ہے۔) (11-12:47)

دین اسلام کی تعلیمات کو لے کر اٹھنے والے انقلابیوں کی کامیابی اس لیے یقینی ہے کہ ان کے ساتھ خدا تعالیٰ کی مدد ہے۔ وہ اس تحریک کو عوام تک پہچانے کے لیے مؤمنوں کی مدد کرتا ہے۔ جب کہ ارتجاعی لوگ (Reactionaries) ناکام رہیں گے، کیوں کہ ان کی تحریک عوام کے لیے مفید نہیں۔ اس لیے اللہ اسے پھیلنے سے روک دے گا۔

قرآن حکیم کے بات کہنے کا یہ عام طریقہ ہے کہ وہ مؤمن اور کافر کا مقابلہ کر کے ایک کی برتری اور دوسرے کی ناکامی کا اثر پیدا کرتا ہے۔ اس آیت میں بھی مؤمن اور کافر کا مقابلہ کیا گیا ہے اور کافروں کو بہت گری ہوئی حالت میں دکھایا گیا ہے۔ جو لوگ قرآن حکیم کی انقلابی تعلیم کو مان کر اسے عمل میں لانے اور اسے پھیلانے اور غالب کرنے میں اپنا سب کچھ قربان کر دینے کو تیار ہیں، وہ ''مؤمن'' ہیں۔

ان کے مقابلے میں وہ لوگ ہیں، جو دین اسلام کی اس تحریک کو اپنے ذاتی فائدوں کے خلاف سمجھتے ہیں۔ ان لوگوں کا مطمح نظر یا نصب العین حیوانیت سے اونچا نہیں اٹھتا۔ وہ دنیا کو فقط اس نظر سے دیکھتے ہیں کہ ہم اس سے کہاں تک لطف اٹھا سکتے ہیں۔ مثلاً لباس، مکان، کھانا اور دوسرا سامان عیش کتنا جمع کر سکتے ہیں اور اس سے کتنا مزہ پا سکتے ہیں، لیکن ایک حکیم جانتا ہے کہ حیوانی نصب العین کو ترقی دینا انسانیت کے اصلی فائدوں کے بالکل خلاف ہے۔ جو قوم حیوانی نصب العین میں ترقی کرتی ہے، وہ اپنے نفوس کے اندر ایسی گندی اور گرے ہوئے درجے کی عادتیں جمع کر لیتی ہے، جو مرنے کے بعد کی زندگی میں اس کے لیے جہنم پیدا کر دیں گی۔

جو قوم دنیا میں قرآنی اصول پر انقلاب برپا کرتی ہے، وہ اس دنیا میں بھی انسانیت کی خدمت کرنے والی اونچے درجے کی حکومت پیدا کر کے عزت حاصل کر لیتی ہے۔ وہ مرنے کے بعد کی زندگی میں بھی اپنے نفوس کے اندر اس تعلیم و تربیت سے ایسی عادتوں کے نتیجے لے جاتی ہے، جو اس کے لیے بہشت کی زندگی پیدا کر دیں گے۔ ان باتوں کو نہ سمجھنا اور دنیاوی لذتوں میں پھنس کر آخرت کی زندگی تباہ کر لینا نری حیوانیت ہے۔ چناں چہ اگلی آیت میں یہ واضح کیا گیا کہ مکے والوں سے بھی زیادہ مال دار، طاقت ور اور مضبوط سوسائٹیاں اور حکومتیں دنیا میں ہو چکی ہیں جو انسانیت سے گر کر اور حیوانیت میں ترقی کر کے بے احتیاط زندگی بسر کرتی تھیں۔ جب انھیں ان کی انسانیت یاد دلانے والے لوگ ان میں پیدا ہوئے تو انھوں نے ان نیک انسانوں کی مخالفت کی۔ نتیجہ دنیا کی تاریخ کے صفحوں میں محفوظ ہے۔ نمرود، فرعون وغیرہ طاقت ور تھے، لیکن ان کے مقابلے میں ابراہیم علیہ السلام، موسیٰ علیہ السلام وغیرہ باوجود کمزور ہونے کے کامیاب ہوئے۔

درسِ حدیث

تشریح: حضرت مولانا خواجہ عبدالحیٔ فاروقی رحمۃ اللہ علیہ

دینی شعور رکھنے والے فقیہ کا بلند درجہ

عن ابن عباسؓ قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: فقيه واحد اشد على الشياطين من الف عابد. (مشکوٰۃ المصابیح، کتاب العلم، الفصل الثانی)

(ابن عباسؓ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ایک سمجھ دار عالم، شیطانوں پر ہزار عبادت گزار لوگوں سے زیادہ بھاری ہے۔)

اس حدیث سے ہم دو مفید باتیں سیکھ سکتے ہیں: ایک تو یہ کہ انسان کا اصل کام یہ ہے کہ سیدھے راستے پر چلنے اور نیک کام کرنے میں ایک دوسرے کی مدد کرے۔ دوسرے یہ کہ مفید علم خود سیکھنا اور دوسرے افرادِ ملت کو سکھانا افضل عبادت سے کہیں بہتر ہے۔ حدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ ہزار آدمی جو اپنے اوقات عبادت میں صرف کرتے ہیں، ان سے شیطان اتنا نہیں گھبراتا، جتنا کہ ایک سمجھ دار اور باشعور عالم سے گھبراتا ہے۔ کیوں کہ عبادت کرنے والے فقط ذاتی اصلاح اور ذاتی پاکیزگی میں لگے رہتے ہیں۔ وہ دوسروں سے تقریباً تمام تعلقات قطع کر لیتے ہیں۔ ان کے برعکس ایک سمجھ دار عالم لوگوں کو ہر وقت یہی سکھاتا ہے کہ اس کام کو اس طرح کرو، یہ طریقہ صحیح ہے، یہ غلط ہے۔ یہی وہ بات ہے، جس سے شیطان کے کام میں زبردست خلل واقع ہوتا ہے۔ چوں کہ شیطان کی کوشش یہ ہوتی ہے کہ انسان صحیح مسئلوں سے واقف نہ ہونے پائے اور نہ اس کے سکھانے والے دنیا میں موجود رہیں۔

'فقیہ' اُس شخص کو کہتے ہیں، جو قرآن و حدیث کا مطالعہ کر کے ان سے عام لوگوں کے لیے موقع پر اور ضرورت کے وقت کسی کام کے کرنے کا صحیح طریقہ مقرر کر دے اور ہر ایک کے سوال کا صحیح جواب دے دے۔ ظاہر بات ہے کہ اس بات کو شیطان پسند نہیں کرتا، بلکہ وہ عام لوگوں کو آنکھ بند کر کے ان کی بُری خواہشوں کے مطابق چلانا چاہتا ہے۔ اس لیے وہ عابد لوگ، جو فقط اللہ سے دھیان لگائے بیٹھے رہنا کافی سمجھتے ہیں، شیطان کے کام میں کوئی زیادہ رُکاوٹ نہیں پیدا کر سکتے۔ برخلاف اس کے موقع پر ٹھیک ہدایت کرنے والا اگر ایک بھی ہو تو وہ بہت سے لوگوں کو سمجھا بجھا کر ٹھیک راستے پر چلا سکتا ہے۔ شیطان ہزار عابدوں سے اتنا نہیں گھبراتا، جتنا اس ایک باشعور فقیہ سے گھبراتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اکثر حدیثوں میں نفل عبادت میں مشغول رہنے والوں سے مفید علم سیکھنے اور سکھانے والے کو زیادہ کار آمد اور مفید بتایا گیا ہے۔ کیوں کہ اس سے دوسروں کو فائدہ پہنچتا ہے اور نفلی عبادت میں فقط اپنا بھلا ہے۔

اس حدیث سے یہ مطلب نہ نکال لیا جائے کہ نفل عبادات ضروری اور مفید نہیں ہیں، بلکہ حدیث پاک کا منشا یہ ہے کہ ذاتی نفل عبادتوں کے ساتھ ساتھ اجتماعی فائدے کے کاموں کی طرف بھی توجہ دینی چاہیے۔ خصوصاً علم دین حاصل کرنے اور علم دین دوسروں تک پہنچانے میں زیادہ وقت لگانا چاہیے، خواہ اس سے نفلی عبادت رہ جائے۔ گویا اجتماعی تقاضوں کو ذاتی فائدوں پر ترجیح دی جائے۔ اسی طرح اجتماعی شعور کو صحیح تناظر میں سمجھنا اور اس کے مطابق افراد کی تعلیم و تربیت کرنا، انھیں رہنمائی دینا، مکر و فریب کے بچھائے ہوئے جال سے انھیں بچانا اور مستقبل میں کامیابی کی صحیح حکمتِ عملی واضح کرنا ایک باشعور فقیہ اور دینی رہنما کا بنیادی کام ہے۔ ایسا سچا رہنما ہزار عبادت گزاروں سے زیادہ بہتر اور بلند درجات کا حامل ہے۔ اس لیے کہ وہ شیطانی مکر و فریب کو سمجھ کر اس کا مقابلہ کرنے کی پوری صلاحیت و استعداد رکھتا ہے۔

rahimia.org

اداریہ

ایک نئے عزم کے ساتھ شعوری جدوجہد

ایک ایسے معاشرے میں، جہاں نوآبادیاتی دور کا فرسودہ اور غلامانہ ذہنیت پیدا کرنے والا نظامِ تعلیم رائج ہو، شعوری تعلیم و تربیت کی اہمیت بہت بڑھ جاتی ہے۔ انسانی زندگی کی ترقی ایسی پختہ قومی اور ملّی شعور کی متقاضی ہے، جس سے قومی ذمہ داریوں کا احساس، سیاسی کردار کی عمدہ مہارت، معاشی مشکلات کو دور کرنے کا عزم اور سماجی ترقی کے لیے سوسائٹی کے مختلف افراد اور جماعتوں کے درمیان ہم آہنگی پیدا ہو۔ نیز اس کا فکر و نظریہ ایسی آفاقی دینی تعلیمات کی اساس پر ہو، جو دنیاوی اور اُخروی ترقی کی سوچ، اعلیٰ اَخلاق اور بہترین کردار کو جنم دے۔

غلامی سے بظاہر آزادی حاصل کر لینے کے باوجود بدقسمتی سے ہمارے ملک میں ابتدا سے ہی قومی اور دینی شعور کی اساس پر درست نظامِ تعلیم و تربیت قائم کرنے کی طرف توجہ نہیں دی گئی۔ جس کے نتیجے میں نہ صرف سیاسی، معاشی اور سماجی زندگی کے امور کی طرف سے بے شعوری، بے گانگی اور کج روی کا مظاہرہ ہوا، بلکہ دینی حوالے سے سماجی شعور کی صورتِ حال اور بھی ناگفتہ بہ رہی۔ چناں چہ ہمارے ملک میں طبقاتی نظامِ تعلیم، غیرشعوری طرزِ تدریس اور فرسودہ نصابِ تعلیم کی بدولت نوجوانوں میں سوچ و فکر سے عاری غیر شعوری رویے، جہالت اور منافقت رائج ہے۔ نوآبادیاتی دور کے نظامِ تعلیم کے بارے میں خود ایک برطانوی فلسفی رسل نے کہا تھا: ''نوآبادیاتی نظامِ تعلیم میں صرف بدھو یا منافق آدمی ہی پیدا کیے جاسکتے ہیں، جو سوچنے سے عاری ہوں۔'' بدقسمتی سے غلامی کے دور کی یادگار نوآبادیاتی طرزِ تعلیم سے ایسے ہی منافق اور مستند بدھو ڈگری ہولڈر پیدا کرنے کا کام لیا گیا۔ ایسا تعلیم یافتہ طبقہ، جو قومی سیاسی تقاضوں سے ناآشنا، معاشی حقائق سے بے خبر، اقتصادی زبوں حالی کا ذمہ دار اور سماجی انتشار کا باعث ہے۔ یہ طبقہ سماجی زندگی کے قومی اور ملّی تقاضوں سے ناآشنا ہے۔ سماجی زندگی کی اجتماعی اَخلاقیات کی تعلیم و تربیت سے عاری محض مشینوں اور اوزاروں کا علم، سرمایہ داری نظام کی آلہ کار قوت تخلیق کرنے کے سوا اور کوئی نتیجہ پیدا نہیں کرسکتا۔ سماجی زندگی کی اعلیٰ اقدار پر تہذیب و تعمیر کی سوچ اور نظریے کے بغیر سوسائٹی میں رائج پیداواری رشتوں کو استعمال میں لانے سے جاگیردارانہ اور سرمایہ دارانہ کلچر ہی پیدا ہوسکتا ہے۔

سرمایہ پرستی کے ایسے کلچر اور بے شعوری کے اس ماحول میں چند اولوالعزم رہنمایانِ قوم نے دینی حوالے سے سیاسی، سماجی اور معاشی شعور کے فروغ کے لیے جدوجہد اور کوشش کی اور اس حوالے سے نوجوانوں میں سوسائٹی کی اجتماعی زندگی کی تہذیب اور تعلیم و تربیت کا اہتمام کیا۔ بلاشبہ حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوری قدس سرہٗ کا نام ان میں بڑا نمایاں ہے، جنھوں نے نوجوانوں کی شعوری تعلیم و تربیت کے لیے بڑی انتھک جدوجہد کی ہے۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ آپ نے مایوسی، مرعوبیت اور پست ہمتی کے ماحول میں پورے مزاحمتی اور انقلابی شعور کے ساتھ نوآبادیاتی دور کے طبقاتی نظامِ تعلیم کے خلاف جان دار کردار ادا کیا اور نوجوان طبقے کو دینی بنیادوں پر سماجی تشکیل کا ایک واضح شعور اور نظریہ دیا ہے۔ حضرت اقدس رائے پوریؒ نے اس سوسائٹی کا درست انداز میں تجزیہ کیا اور اس میں پیدا شدہ مرض کی نشان دہی کرتے ہوئے فرمایا: ''جب کسی اجتماعیت میں منافقت آجائے، اس کے اَخلاق اچھے نہ رہیں، ان میں مفاد پرستی اور خودغرضی کا مرض پیدا ہوجائے تو ان پر اللہ کا عذاب آجاتا ہے۔ یعنی عزت والی قوم بے عزت اور غلام ہوجاتی ہے۔'' منافقت، مفاد پرستی اور خودغرضی کے مرض نے ہماری سوسائٹی کو زوال پذیر معاشرے کی شکل دی ہے اور یہ نوآبادیاتی دور کے بے شعوری پر مبنی فرسودہ نظامِ تعلیم کے اثرات و نتائج ہیں۔ اس حالت سے نکلنے کے لیے ضروری ہے کہ نوجوان طاقت و قوت کو باشعور بنایا جائے کہ وہ اپنے گرد و پیش کے حالات کا درست تجزیہ کرنے کی صلاحیت سے بہرہ ور ہوں۔ سوسائٹی میں موجود ہر شعبے میں موجود دھوکہ بازوں کے مکر و فریب کا شعوری تجزیہ کرسکیں اور ان کے آلہ کار بننے کے بجائے اعلیٰ اَخلاق کے حامل بن کر انسانی مسائل حل کرنے کے لیے درست خطوط پر شعوری جدوجہد کرسکیں۔ اسی حوالے سے حضرت اقدس رائے پوریؒ نے فرمایا: ''ہم نوجوان کو ایسا بنانا چاہتے ہیں، جو نہ دھوکا کھائے اور نہ دھوکہ دے۔ اس میں اعلیٰ کردار اور انسان دوستی پیدا ہو۔'' حضرت اقدسؒ تادمِ آخر نوجوانوں کو سیاسی، سماجی، معاشی اور دینی حوالے سے شعور و آگہی کے راستے پر چلانے اور اپنی قومی اور ملّی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہونے کا درس دیتے رہے۔

حضرت اقدس رائے پوری کے وصال کے بعد ان کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے ہمیں ایک نئے عزم کے ساتھ آپؒ کی برپا کی ہوئی شعوری تحریک اور جدوجہد کو آگے بڑھانا ہے اور فرسودہ نظامِ تعلیم کے سبب نوجوانوں کے زنگ آلود ذہنوں پر دستک دینی ہے۔ انھیں اس مضرت رساں نظامِ تعلیم کے اثرات سے نکالنا ہے۔ ان میں قومی زندگی کا شعور پیدا کرنا ہے۔ انھیں سماجی زندگی بہتر کرنے کے لیے آگہی دینی ہے۔ ان میں سیاسی شعور پیدا کرنے کے لیے کھرے کھوٹے کی پہچان کرانی ہے۔ انھیں فرقہ وارانہ، پُرتشدد ذہنیت رکھنے والی رجعت پسند مذہبیت کے دائرے سے نکال کر دینِ اسلام کی انقلابی تعلیمات سے متعارف کروانا ہے۔ فرسودہ رسم و رواج کی تنگنائیوں سے نکال کر مستقبل کے اعلیٰ شعور کی تعلیم و تربیت اور اس کے انقلابی پروگرام سے آگاہ کرنا ہے۔ سرمایہ دارانہ اور جاگیردارانہ طبقاتی معاشی نظام کے خلاف مزاحمتی شعور دینا ہے۔ عدل و مساوات، امن و امان اور معاشی خوش حالی کا ایک واضح نظریہ اور سوچ دینی ہے۔ انسانی معاشرے کے سچے رہنمایانِ قوم اور علمائے حق کی جدوجہد کا پورا تعارف کرانا اور ان سے شعوری وابستگی کا پیغام پھیلانا ہے۔ قرآنی تعلیمات کے انقلابی پہلوؤں کو سمجھانا ہے۔ دنیاوی اور اُخروی کامیابی کے لیے پورے صبر و استقامت کے ساتھ آگے بڑھانا ہے۔ ماحول کے ظلم و جبر اور ناانصافیوں کے خلاف آواز اٹھانی ہے۔ سچائی کا ساتھ دینا ہے۔ مکار اور جھوٹے لوگوں کی سازشوں کا حصہ بننے کی بجائے انھیں سمجھنے کا شعور دینا ہے۔ نوجوانوں کو پُرتشدد تحریکات کا ایندھن بننے سے بچانا ہے۔ مکر و فریب کا جال بچھانے والے منافق رہنماؤں کا ساتھ دینے کی بجائے ان کا شعوری تجزیہ کرنا ہے۔ حکمران طبقات کے مفادات کے لیے کردار ادا کرنے کی بجائے قومی خودداری پیدا کرنی ہے۔ اور سب سے بڑھ کر دین و دنیا کی بھلائی کے لیے قرآنی اور دینی تعلیمات سے پورے طور پر پختہ وابستگی کا عزم کرنا ہے۔

ہمیں ایک نئے عزم کے ساتھ نئے دور کے تقاضوں کا ادراک کرنا ہے۔ سائنس اور ٹیکنالوجی کے اس دور میں نئی دریافتوں کو انسان دشمنی کی بجائے انسان دوستی کے لیے استعمال کرنا ہے۔ آج ضرورت اس امر کی ہے کہ سائنس اور ٹیکنالوجی کے جدید ترین علوم کے حصول کے ساتھ ایسے سماجی اَخلاق اور اعلیٰ دینی شعور حاصل کیا جائے، جس سے تمام سائنسی آلات و تجربات انسان دوستی، سوسائٹی کی مجموعی ترقی اور رضائے الٰہی کے لیے استعمال ہوں۔ نوجوان ایسا باشعور ہو کہ ''وہ نہ دھوکا کھائے اور نہ دھوکا دے۔'' باشعور بن کر نئے عزم کے ساتھ کارگہِ حیات میں بھرپور حصہ لے۔ حضرت اقدس رائے پوریؒ کے بعد سال کے آغاز پر ہمیں نئے عزم کے ساتھ آگے بڑھنا ہے۔ اور ان کے پیغام کو گلی گلی، محلّہ محلّہ پھیلانے کے لیے ایک عزمِ مصمم کے ساتھ شعوری جدوجہد اور کوشش کرنی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ہمت، طاقت اور قوت عطا فرمائے اور عملی کردار ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

مدیرِ اعلیٰ

خطبہ جمعۃ المبارک

حضرت اقدس مولانا مفتی عبدالخالق آزاد رائے پوری دامت برکاتہم العالیہ
جانشین حضرت رائے پوری رابع ومسند نشین خانقاہِ عالیہ رحیمیہ رائے پور

تقویٰ کا مفہوم اور اس کے شعوری تقاضے

(مؤرخہ 12/ اکتوبر 2012ء بمقام ادارہ رحیمیہ علومِ قرآنیہ لاہور) ضبط وتحریر: (مولانا) نفیس مبارک

نحمدہٗ ونصلّی علٰی رسولہ الکریم، امّا بعد: قال اللّٰہ تبارک تعالیٰ: یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ (18:59) **صدق اللّٰہ مولانا العظیم**

معزز دوستو! کتابِ مقدس قرآنِ حکیم انسانی ہدایت کی بنیادی کتاب ہے۔ انسانیت دنیا اور آخرت میں کیسے کامیاب ہوگی؟ قرآنِ حکیم نے کامیابی کے اصول، ضابطے اور عملی طریقہ کار بیان کیا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن اصولوں اور ضابطوں کی اساس پر ایسا نظام قائم کر کے ایک نمونہ انسانیت کے سامنے رکھ دیا۔ بنیادی چیز یہ ہے کہ انسانی نفس کی کامیابی کی حقیقی نوعیت کو سمجھا جائے۔ دنیا کے تمام نظام ہائے حیات انسانی کامیابی کے دعوے دار ہیں۔ کوئی دنیا کا نظام یہ نہیں کہتا کہ انسان کو ناکامی ہونی چاہیے۔ کامیابی کے مطمحِ نظر کو دنیا کے ہر فکر اور نظریے میں پیش نظر رکھا جاتا ہے، لیکن دیکھنا یہ ہے کہ اس کامیابی کی نوعیت اور سطح کیا ہے؟ کس درجے کی کامیابی ہمیں منظور ہے؟ تمام دنیا بھر کے مذاہب اور نظام ہائے حیات میں فرق انسانی کامیابی کی سطحوں اور درجات کے اعتبار سے ہے۔ آپ کس درجے کی کامیابی حاصل کرنا چاہتے ہیں؟ یہ اہم ترین سوال ہے۔ الٰہی مذاہب بھی انسانی کامیابی کو پیش نظر رکھتے ہیں اور ایسے ہی تمام مادی قوانین اور ضابطے بھی انسانی ترقی اور فلاح و بہبود کے دعوے دار ہیں۔

سب سے پہلے تو یہ سمجھا جائے کہ انسانی نفس کی نوعیت کا بنیادی دائرہ کیا ہے؟ جس درجے کی اس کی نوعیت اور سطح ہے، اور اس کے نفس کی جیسی ساخت اور جتنی قوتِ پرواز ہے، اُسی درجے کی کامیابی اس کے پیش نظر ہونی چاہیے۔ ایک چیز میں صلاحیت ایک وسیع دائرے کی ہے اور اس کے لیے تھوڑی سی کامیابی کو کافی سمجھ لیا جائے؛ یہ طریقہ کار درست نہیں ہے۔ جس درجے کی صلاحیت واستعداد ہو، جیسی کسی چیز کی ساخت ہو، اسی اعتبار سے اس کی کامیابی کو پیش نظر رکھا جائے گا۔ پہلا سوال تو یہ ہے کہ کیا نفس انسانی کی کامیابی محض دنیا تک محدود ہے؟ دنیا کی زندگی کے پچاس ساٹھ سال کی کامیابی کافی ہے؟ اور پھر کیا اس زندگی میں محض انسانی جسم کی راحت اور ترقی کافی ہے؟ انسانی ضروریات اور تقاضوں کی تکمیل دنیاوی ترقی کی معراج ہے۔ اور پھر اس میں بھی کسی ایک آدھ شعبے میں ترقی اور کامیابی کافی ہے یا مجموعی طور پر انسانیت کی اجتماعی کامیابی پیش نظر ہے؟ جتنے بھی مذاہب ہیں، جتنے بھی سکول آف تھاٹس اور نظام ہائے حیات تشکیل دیے گئے ہیں، انھوں نے اپنے تصورات کے تناظر میں انسانی مسائل کی نشان دہی کی ہے اور ان کے حل کرنے کا طریقہ بیان کیا ہے۔

اسلام ایک ایسا جامع دین، ایک بلند فکر ونظریہ اور نظامِ حیات ہے کہ جو اس حقیقت کی نشان دہی کرتا ہے کہ نفس انسانی محض اس دنیا تک ہی محدود نہیں ہے۔ اس کی قوتِ پرواز، اس کے فکر وعمل کا دائرہ بڑا وسیع ہے۔ یہ دنیا میں تمام مخلوقات سے زیادہ متنوع، زیادہ پیچیدہ اور زیادہ ترقی یافتہ مخلوق ہے۔ اس کی زندگی کا دائرہ دنیا کے پچاس ساٹھ یا سو سال نہیں ہیں۔ یہ تو زندگی کا محض ایک پہلو ہے۔ نفس انسانی کی زندگی کا محض ایک دائرہ ہے اور یہ بہت تھوڑا ہوتا ہے۔

اس کے دنیا سے چلے جانے کے بعد اس کی زندگی کا ایک اور دور شروع ہوتا ہے۔ قرآنی تعلیمات کے تناظر میں نفس انسانی کے تین بنیادی مراحل ہیں: ۱ دنیا میں پیدائش سے لے کر موت تک۔ ۲ موت سے لے کر حشر کے میدان تک، جسے عالم برزخ یا قبر کہا جاتا ہے۔ ۳ اور پھر حشر کے میدان سے جنت یا جہنم پہنچنے تک۔ یہ نسل انسانی کی ارتقا کے تین دائرے ہیں۔ انسان ان تینوں دائروں سے گزرے گا۔ اس کی جو نفسی، ذہنی اور جسمانی ساخت بنائی گئی ہے، اس کے مطابق اُسے ان تمام مراحل سے گزرنا ہے۔

اب کامیابی سے کیا مراد ہے؟ کیا ان تینوں مرحلوں میں کامیابی ہو؟ یا صرف دنیا کی پچاس یا سو سال کی کامیابی ہو؟ اور پھر ان پچاس یا سو سال میں بھی کسی ایک شعبے کی کامیابی ہو؟ محض زراعت کی، محض صنعت کی، محض کسی اور شعبے کی؟ کامیابی ایک وسیع عمل ہے اور یہ کامیابی تمام دائروں اور تمام شعبوں میں ہو۔ جس درجے کی ترقی ہوگی، اُسی درجے کی کامیابی ہوگی۔ انسان دنیا میں اعمال کرتا ہے۔ لین دین، خرید وفروخت کرتا ہے۔ معاملات اور معاہدات سرانجام دیتا ہے۔ ان معاملات ومعاہدات کے پس پردہ بنیادی اَقدار کیا ہیں؟ اَخلاق اور رویے کیا ہیں؟ دین اسلام انھیں زیر بحث لاتا ہے۔ آدمی کسی بھی شعبے میں کام کرے، اچھا کاشت کار ہو، اچھا انجینئر ہو، اچھا ڈاکٹر ہو، اچھا پروفیسر ہو، اچھا انتظامی صلاحیتوں کا حامل ہو یا اچھا سیاست دان ہو، اعمال کے بہت سے دائرے ہیں۔ بات یہ ہے کہ ان تمام اعمال کے پیچھے جو اَخلاق اور رویے ہیں، وہ کیا ہیں؟ کیا ان تمام شعبوں میں کام کرتے ہوئے وہ باقی انسانوں کے دکھ درد میں کام آتا ہے؟ ان کے ساتھ اس کا طرزِ عمل اور رویہ کیسا ہے؟ کیا وہ ان تمام اعمال کی انجام دہی کے وقت اس بات کو پیش نظر رکھتا ہے کہ اس کے تمام اعمال کے محاسبے کا ایک وقت آنے والا ہے اور اسے اللہ کے حضور اپنے اعمال کے بارے میں جواب دینا ہے۔

اللہ کی عبادت کا مطلب کیا ہے؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''أَنْ تَعْبُدَ اللّٰہَ کَأَنّکَ تَرَاہُ، فَإِنْ لَّمْ تَکُنْ تَرَاہُ فَإِنّہٗ یَرَاکَ.'' تو اللہ کی عبادت ایسے کر کہ گویا کہ تو خدا کو دیکھ رہا ہے، اور اگر یہ صلاحیت واستعداد نہ ہو تو کم از کم یہ صلاحیت تو ضرور ہو کہ انسان یہ ادراک رکھے کہ اللہ مجھے دیکھ رہا ہے۔ یہ احساسِ ذمہ داری اس میں ہے یا نہیں؟ اس کے اعمال و اَخلاق، اس کی سیرت وکردار کی انجام دہی کے وقت اس کے پیش نظر خدا تعالیٰ کی عظمت وبڑائی اور انسانی ہمدردی کا جذبہ موجود ہے یا نہیں؟ اس لیے کہ اعمال کا دار ومدار انسان کی نیت، اس کے بنیادی عزائم وارادے اور اَخلاق پر ہوتا ہے۔ دنیا کی زندگی میں اُسے اپنے اعمال کا محاسبہ کرنا ہے، ترقی تبھی ہوتی ہے۔ اس لیے فرمایا گیا: '' یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ '' اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو، تقویٰ اختیار کرو۔ اللہ کا ڈر، خوف، عظمت ومحبت میں ہے۔ یہاں تقویٰ میں اللہ کے لیے جس ڈر اور خوف کی بات کی گئی ہے، یہ کسی ظالم جابر طاقت وقوت کے سامنے سرنڈر ہونے کی نہیں ہے۔ یہ ڈر، عظمت اور محبت اور پیار کے حوالے سے ہے۔ جیسے ہمیں ماں باپ کا ڈر ہوتا ہے۔ ماں باپ کو ہم اپنا خیر خواہ سمجھتے ہیں۔ اُن کے ڈر اور خوف سے ہم بہت سے کاموں سے بچتے ہیں، یا جیسے استاذ کا ڈر ہے۔ اللہ کا ڈر اور خوف عظمت ومحبت کے ساتھ ہے۔ اور ساتھ ہی کہا گیا: '' وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ '' ہر آدمی کو یہ دیکھنا چاہیے کہ اُس نے کل کے لیے کیا تیاری کی ہے؟ آنے والے کل میں اُس کے ان اعمال واَخلاق کا نتیجہ کیا نکلے گا؟ مسلمان کا تو ہر آنے والا دن گزرنے والے دن سے بہتر ہونا چاہیے۔ سچا مسلمان وہی ہے کہ جو اپنے اعمال کے محاسبے کی بنیاد پر ہر آنے والے دن کو زیادہ بہتر اور زیادہ عمدہ طریقے کے ساتھ گزارنے کی

rahimia.org

صلاحیت واستعداد کا مظاہرہ کرتا ہے۔ اور نہ صرف دنیا میں آنے والے کل کی فکر اس کے پیشِ نظر ہو، بلکہ موت کے بعد جو آنے والا کل ہے، وہ بھی اس کے پیشِ نظر ہو۔ اس کے اعمال کا دائرہ صرف دنیا کے پچاس، ساٹھ سال یا سو سال کی زندگی کا نہیں ہے، بلکہ اس کے بھی بعد میں آنے والا کل، آخرت کے مراحل کا ڈر، خوف، محاسبہ ہے۔

یہ بات قطعی طور پر پیشِ نظر رہنی چاہیے کہ ہر انسان کے اعمال کا محاسبہ ضرور ہونا ہے۔ اللہ نے واضح کہہ دیا کہ: ''وَمَا خَلَقْنَا السَّمَآءَ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا بَاطِلًا'' (27:38) (سورت ص)۔ ہم نے یہ کائنات فضول اور لغو پیدا نہیں کی۔ یہاں آئے، کھایا پیا، وقت گزارا اور ختم ہو گئے، بس! یہ کوئی کھیل تماشا نہیں ہے۔ اس کارگاہِ حیات میں اپنے اعمال کے محاسبے کا تصور پیشِ نظر رکھنا چاہیے۔ یہاں جو عمل بھی کریں گے، اس کا نتیجہ نکلنا ہے۔ ہم اپنی عملی زندگی میں دیکھتے ہیں کہ جو عمل کرتے ہیں اس کا نتیجہ نکلتا ہے۔ دوکان چلا رہے ہوں، دوکان میں جیسا کاروبار ہوگا، ویسا ہی پرافٹ بھی ملے گا۔ سستی، کوتاہی، غفلت، عدمِ توجہی ہوگی تو اصل سرمایہ بھی ضائع ہونا شروع ہو جائے گا۔ دوکان فیل اور کاروبار ختم ہو جائے گا۔ اور اگر پوری توجہ، مہارت، صلاحیت واستعداد اور ذمہ داری کے ساتھ وہ کام سرانجام دیں گے تو ترقی ہوگی۔ ایک کاشت کار اپنی فصل کو پوری توجہ دے، تردد کرے، محنت کرے تو اچھا نتیجہ نکلے گا۔ اور اگر عدمِ توجہی کا مظاہرہ کرے، کوئی تردّد نہ کرے تو بُرا نتیجہ نکلے گا۔ یہی حال ملازمتوں کا ہے، یہی حال دنیا کے تمام اعمال کا ہے۔ ہر عمل کا ایک نتیجہ ضرور مرتب ہوتا ہے۔ دنیا میں کوئی عمل بغیر کسی نتیجے کے نہیں ہوتا۔ جب یہ بات طے ہے تو وہ اَخلاق واقدار، جو ہم نے انفرادی اور اجتماعی طور پر اپنائے ہوئے ہیں، اس کا نتیجہ دنیا میں بھی نکلنا ہے، آنے والے کل یعنی آخرت میں بھی نکلنا ہے۔ پھر فرمایا گیا: اللہ سے ڈرو، تقویٰ اختیار کرو۔ اللہ کے ساتھ سچا تعلق قائم کرو۔

تقویٰ کیا ہے؟ گرد و پیش کے معاملات کا جائزہ لینا کہ ان میں کون سے معاملات، اعمال، عدل وانصاف اور نیکی اور سچائی پر مبنی ہیں، اور کون سے اعمال واَخلاق ظلم وزیادتی اور بداَخلاقی پر مبنی ہیں۔ تقویٰ کا مطلب اپنے اندر یہ صلاحیت پیدا کرنا ہے کہ ہم اپنے گرد و پیش کے اعمال کا درست تجزیہ کرنے کی صلاحیت کے حامل بنیں۔ ہمیں یہ معلوم ہو جائے کہ اس عمل کا یہ نتیجہ نکلے گا۔ یہ عمل اچھا ہے، یہ بُرا ہے۔ تقویٰ میں محض معلومات کافی نہیں ہیں، محض علم کافی نہیں۔ علم تبھی نتیجہ دیتا ہے، جب اس پر عمل بھی کیا جائے۔ عملی نظام بھی قائم کیا جائے۔ تقویٰ کا مطلب یہ بھی ہے کہ جو اچھائی، جو عمدگی، جو عدل، جو نیکی، جو سچائی ہم نے معلوم کر لی، اُس کا عملی سسٹم بھی قائم کیا جائے۔ اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی میں اُسے غالب کیا جائے۔ اور جو بداَخلاقی، ظلم اور زیادتی یا خرابی اور کوتاہی ہم نے دریافت کر لی، اس کو مغلوب کیا جائے۔ ہم اپنے کاروبار کے بارے میں بڑے محتاط ہوتے ہیں۔ کاروبار کو نقصان پہنچانے والی تمام چیزوں کی ہم مزاحمت کرتے ہیں۔ اور اگر ایسی نقصان دہ چیزیں سامنے آئیں تو ہم بسا اوقات رات کو سوتے ہوئے بھی اس کے خلاف ہی بول رہے ہوتے ہیں۔ کیوں کہ وہاں ہمارے مفادات وابستہ ہیں۔ اور جو کاروبار کی ترقی اور کامیابی کی بات ہوتی ہے، اس کی طرف خود بخود دل پکتے ہیں۔ گویا کہ آپ کی ایک عادت بن چکی ہے کہ آپ اپنے کاروبار اور اپنے کام کو ترقی دینے والے امور کی طرف از خود جاتے ہیں اور جو نقصان پہنچانے والے ہیں، اس کی مزاحمت کرتے ہیں۔ تقویٰ کا مطلب یہ بھی ہے کہ ہر وہ عمل جو دنیا وآخرت میں کامیاب بنانے والا ہے، اس کی طرف ہماری توجہ ہونی چاہیے اور جو دنیا اور آخرت میں نقصان پہنچانے والی ہے، اُن کی مزاحمت اور کراہت دل میں آنی چاہیے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ: کفر کی طرف جانا تمھیں ایسے محسوس ہو، جیسا کہ تم آگ میں ڈال دیے گئے ہو۔ اب آگ میں اپنے آپ کو ڈالنا کوئی آدمی پسند کرتا ہے؟ نہیں! جسم کا جلنا کوئی ذی ہوش انسان دنیا میں کبھی برداشت نہیں کرے گا۔ آگ جل رہی ہے تو اس سے ایک فاصلہ ضرور رکھا جاتا ہے۔ حزم واحتیاط کا مظاہرہ ہوتا ہے۔ حضور اقدسؐ نے فرمایا کہ: تمھارے دل میں کفر، ظلم، زیادتی کی کراہت اتنی ہو جائے، جیسا کہ تم آگ میں ڈال دیے گئے ہو۔ یہ حالت طبعی بن جائے۔ یہ اسلام پر تمھارا شرحِ صدر ہے۔ اسلام کے اعمال پر عمل کرنے کا جذبہ اس درجے بڑھ جائے کہ جیسے طبعی طور پر کوئی عمدہ چیز یا بہترین بات ہو یا بہت عمدہ ہوائیں چل رہی ہوں، بہترین سایہ ہو، آبشاریں ہوں، عمدہ اور سلیقے سے سجایا ہوا باغ ہو تو کون انسان ہے جو اس کو طبعی طور پر پسند نہیں کرے گا۔ بہت ہی بدذوق، مجنون اور پاگل ہوگا، جو باغ میں جانے کو پسند نہ کرے۔ انسان طبعی طور پر اُدھر جاتا ہے۔ جیسے انسان طبعی طور پر وہاں جانا پسند کرتا ہے، اس کے لیے اسلام کے اعمال ایسے ہی بن جائیں۔ اعلیٰ اَخلاق اس کے لیے ایک عمدہ باغ کی شکل اختیار کر لیں؛ یہ ہے تقویٰ۔ یہ ہے وہ بات جسے بار بار قرآن نے کہا: اتقوا اللہ۔ گویا کہ جو اچھائی، سچائی، عمدگی، اعلیٰ اَخلاق و اقدار، عدل وانصاف، انسان دوست رویے آپ نے معلوم کر لیے، اُن کا ایسا ماحول بنا لیا جائے کہ گویا کہ دنیا تمام انسانوں کے لیے جنت بن جائے۔ مسلمان دنیا کو جنت بنانے والا باغبان ہے، جو تمام انسانوں کے لیے بلاتفریق رنگ، نسل مذہب ایک عمدہ باغ تیار کرتا ہے کہ تمام انسان انسانی بنیادوں پر سہولت سے رہیں۔ ان کو امن ملے، عزت ملے، احترام ملے۔ تقویٰ کے نتیجے میں اسے اُن بنیادی سچائیوں کو اپنی سوسائٹی میں غالب کرنا ہے، جس پر اُس کا ایمان ہے۔ پھر اللہ کے ڈر کا مطلب یہ ہے کہ یہ تمام کام محض اللہ کے تعلق کے لیے ہوں، کوئی دُنیوی مفاد اور لالچ اس کے پیشِ نظر نہ ہو۔ کوئی جاہ پرستی، کسی قسم کا مالی مفاد، کوئی مادی مقصد اس کے پیشِ نظر نہ ہو۔ صرف اور صرف وہ اللہ کی رضا کے لیے کام کرے۔

> ہماری گمراہی، ذلت اور رسوائی کا سبب وہ بے شعوری ہے، جو مذہب کے نام پر سامراجی مقاصد کے لیے کام کرنے کی صورت میں سامنے آتی ہے۔ اس بے شعوری کی حالت سے نکلنا اور صاحبِ بصیرت لوگوں کی اتباع کے لیے جدوجہد اور کوشش کرنا، آج کی ضرورت اور تقاضا ہے۔

بڑے افسوس کی بات ہے کہ اس مغلوبیت کے دور میں ہم دین کے باقی احکامات کی اہمیت تو کسی درجے میں سمجھتے ہیں اور وہ بھی رسمی۔ مثلاً نماز پڑھنے کو فرض سمجھتے ہیں، روزہ رکھنے کو فرض سمجھتے ہیں، حج کرنے کو فرض سمجھتے ہیں، لیکن تقویٰ اختیار کرنے کو فرض نہیں سمجھتے۔ حال آں کہ تقویٰ وہ بنیادی خلق ہے کہ اس کے بغیر یہ عبادات بھی قابلِ قبول نہیں ہوتیں۔ اللہ نے نمازیوں کے لیے تباہی اور بربادی کی وعید سنائی ہے۔ وہ نمازی جو تقویٰ سے علاحدگی اختیار کیے ہوئے ہیں: ''فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ۝ الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ۝'' (4-5:107) ہلاکت اور تباہی ہے اُن نمازیوں کے لیے، جو اپنی نماز کے تقاضوں سے غافل ہیں۔ اب دو رکعات یا چار رکعات پڑھنے کو تو ہم کمال سمجھتے ہیں کہ ہم بڑے نمازی اور دین دار ہیں، لیکن نماز کا جو نتیجہ تقویٰ کی شکل میں ہمارے دل ودماغ پر مرتب ہونا چاہیے، وہ نہیں ہوا تو ایسی نماز بوسیدہ کپڑے کی

طرح لپیٹ کر منہ پر ماردی جاتی ہے۔ ایسے ہی حج، روزہ اور دیگر ایسی عبادت کے ساتھ ہوگا۔

دیکھو! قرآنِ حکیم نے عبادت کے ساتھ ایک شرط لگائی ہے: ”مُخْلِصِیْنَ لَہُ الدِّیْنَ ۵“ (5:98) وہ لوگ جو نماز پڑھتے ہیں، عبادت کرتے ہیں، شرط یہ ہے کہ اخلاص کی حالت ہو، خالصتاً اللہ کے لیے ہو۔ کوئی دنیاوی مفاد اور لالچ ان کے پیشِ نظر نہ ہو۔ اب یہ اخلاص کیسے پیدا ہوگا؟ تقویٰ کے ذریعے سے پیدا ہوگا۔ انسان جب متقی بنتا ہے، تقویٰ اختیار کرتا ہے تو اس میں اخلاص وللّٰہیت پیدا ہوتی ہے۔ اب یہ اخلاص کیسے پیدا ہو؟ ہر آدمی یہ کہتا ہے کہ یہ عبادتیں خود بخود کرلی جائیں تو خود بخود اخلاص آجاتا ہے۔ اخلاص یا تقویٰ کے حصول کا بھی ایک طریقۂ کار ہے، جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر اب تک چودہ سو سال سے چلا آرہا ہے۔ بھئی جیسے ڈاکٹر بننے کا ایک طریقۂ کار ہے، کوئی آدمی کہے کہ میں نے جی دو چار کتابیں میڈیکل سائنسز کی پڑھ لیں، تو اب میں ڈاکٹر بن گیا ہوں، ایسا تو نہیں ہوسکتا۔ اس کا ایک طریقۂ کار ہے۔ جب تک اس طریقۂ کار سے نہ گزر جائے تو ایک آدمی ماہر ڈاکٹر نہیں بن سکتا۔ کیا تقویٰ کا حصول کسی طریقۂ کار کے بغیر ہوسکتا ہے؟ نہیں! حضرت مولانا الیاس دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: اخلاص کے حصول کے لیے بسا اوقات پچاس پچاس، ساٹھ ساٹھ سال تک استقامت کے ساتھ جدوجہد اور کوشش کرنی پڑتی ہے، تب کہیں جا کر حبِ جاہ اور حبِ مال دل سے نکلتا ہے اور اخلاص کی اعلیٰ کیفیت پیدا ہوتی ہے۔ اس کا ایک طریقۂ کار ہے۔ وہ طریقۂ کار اپنانا پڑتا ہے۔ جیسے باقی شعبوں کی مہارت کے لیے اُن تمام علوم وفنون اور طریقۂ کار کو اپنانا ہوگا، جو اس شعبے سے وابستہ یا تعلق رکھتے ہیں، ایسے ہی یہاں بھی معاملہ ہے۔

تقویٰ کے حصول کے لیے جو طریقۂ کار سچے اولیاء اللہ، علمائے ربانیین کا شروع سے چلا آرہا ہے، اُسے پیشِ نظر رکھنا چاہیے۔ بھئی! اخلاص اور تقویٰ کے حصول کے لیے انسان کوشش کرتا ہے، لیکن جیسے ہر کام میں روکاوٹیں ہوتی ہیں، اس میں سب سے زیادہ روکاوٹیں ہیں۔ شیطانی چکر، مکروفریب، گردوپیش کے ماحول اور سسٹم کی خرابی قدم قدم پر گمراہ کرتی ہے۔ اچھے اچھے لوگوں کو اخلاص کے نام پر عالمی شیطانی قوتوں کے لیے استعمال کرنے کے مواقع فراہم کرتی ہے۔ قرآن یہ بات کہی کہ: تقویٰ کے حصول کے لیے کوشش کرنے والے سچے متقی وہ ہیں کہ جب گردوپیش میں ایسی کوئی شیطانی سازش یا مکروفریب سامنے آتا ہے، تو وہ صاحبِ بصیرت اور صاحبِ عقل وشعور بن کر اس کی مزاحمت کرتے ہیں۔ آج کا یہ دور تو بڑا فتنہ پرور دور ہے۔ نام اسلام کا لیا جاتا ہے۔ عمدہ اور خوب صورت اَخلاق اور تصورات واقدار کا نام لیا جاتا ہے، لیکن مقاصد تمام تر شیطانی ہوتے ہیں۔ جمہوریت کے نام پر کسی ملک میں آتے ہیں اور اُسے تباہ و برباد کر کے رکھ دیتے ہیں۔ کسی ملک میں امن قائم کرنے کے نام پر آتے ہیں اور اسے ”تورا بورا“ بنا دیتے ہیں۔ عمدہ اور خوش نما ناموں سے گمراہی کے بہت سے پہلو پیدا کرتے ہیں۔ تقویٰ نام رکھ لیا ہے، لیکن نتائج اور مقاصد شیطانی ہیں، اہداف غلط ہیں۔

آج تو پھر بھی حضور کے چودہ سو سال کے بعد کا دور ہے، خود حضور کے زمانے میں مدینے کے منافقین نے مسجد نبوی کے مقابلے میں ایک مسجد بنائی۔ نام مسجد ہے، عبادت کی جگہ ہے، قرآن نے کہا کہ: نہیں! یہ مسجد تقویٰ نہیں، یہ مسجد ضرار اور نقصان پہنچانے والی مسجد ہے۔ اس مسجد کی اینٹ سے اینٹ بجا دینا، اس کو صفحۂ ہستی سے ختم کر دینا، نبی کا کام ہے۔ جب حضور کے زمانے میں منافقین حضور کے ساتھ مکر وفریب کرنے کی جرأت کرسکتے ہیں تو آج کا سامراج، آج کا طاغوت اور آج کا شیطان یہ حرکت کیوں نہیں کرسکتا؟

بقیہ: صفحہ 8 پر

ارشادات

حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوری قدس سرہٗ

مسند نشین رابع خانقاہِ عالیہ رحیمیہ رائے پور

مرسلہ: حضرت مولانا قاضی محمد یوسف صاحب مدظلہٗ العالی (حسن ابدال)

1۔ فرمایا: ”آج نوآبادیاتی دور کے نظامِ تعلیم نے نوجوان طبقے کو بے مقصد تعلیم میں اُلجھا کر اس کی قوتِ عمل کو مضمحل اور اسے فکری انتشار میں مبتلا کر دیا ہے۔ اس نظام میں اس کی صلاحیتیں اُجاگر ہونے کے بجائے ختم ہو کر رہ گئی ہیں۔“

2۔ فرمایا: ”کسی معاشرے کے اہلِ علم اور پیر دنیا پرست، لالچی، خود غرض ہو جائیں۔ اور ظالم حکمرانوں سے مفادات حاصل کریں تو پوری اُمت فتنے میں مبتلا ہو جائے گی۔“

3۔ فرمایا: ”انبیا علیہم السلام کے انقلاب لانے کی جدوجہد کے مقاصد میں سے ہے کہ دنیا میں سیاسی عدل قائم ہو۔ انسانیت غلامی کی لعنت سے نجات حاصل کرے اور انسانی مفاد کا مظہر معاشرہ وجود میں آئے۔“

4۔ فرمایا: ”اعلیٰ تربیت وصحبت اور نظریے کی درستگی کے بغیر جو تعلیم کا نظام ہے، وہ قومی سوچ اور اجتماعی نظریے کی قتل گاہ ہے۔“

5۔ فرمایا: ”انسانی عظمت، اعلیٰ انسانی اخلاق کے ساتھ وابستہ ہے، اعلیٰ اخلاق کی پہچان یہ ہے کہ کوئی فرد دوسرے انسانوں کے ساتھ لین دین کے معاملات، سفر کی حالت اور پڑوسیوں کے حقوق ادا کرنے میں کیسا ہے۔ یہ تمام چیزیں اعلیٰ اَخلاق کے لیے معیار ہیں۔“

6۔ فرمایا: ”ہندوستان میں بہت سی قوموں پر مشتمل مسلمان دورِ حکومت عدل کی روح کی وجہ سے قائم رہا۔ یہ اسلام کے بین الاقوامی دین ہونے کی عملی دلیل ہے۔“

7۔ فرمایا: ”اگر کسی معاشرے میں حکمران نااہل ہوں تو فوراً سیاسی انقلاب لا کر غلط و نااہل نظام کو ہٹانا ضروری ہے، تاکہ کہیں ایسا نہ ہو کہ معاشرے میں سیاسی زوال کی وجہ سے انسانی حقوق کا مکمل نظام ہی ٹوٹ جائے اور پوری قوم غلامی کے قعرِ مذلت میں گر جائے۔“

8۔ فرمایا: ”اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنا نائب بنایا تاکہ حقوقِ انسانی کی ادائیگی ہو۔“

8۔ فرمایا: ”دنیا دار العمل ہے۔ جو انسان جس چیز پر محنت کرے گا وہی چیز حاصل ہوگی، زندگی مسلسل عمل کا نام ہے۔ جب کوئی جماعت انسانیت کے لیے اور اس کے مفادات وترقی کے لیے محنت ومشقت اُٹھاتی ہے تو وہ اللہ کی جماعت بن جاتی۔“

9۔ فرمایا: ”اعلیٰ نظریۂ حیات قبول کر لینے کے بعد انسان کی سیرت وعادات اور رویوں میں تبدیلی آنی چاہیے، وگرنہ سیرت ورویوں کے بغیر یہ ذہنی عیاشی ہوگی، کیوں کہ ظاہری تبدیلی سب سے پہلے عام انسان دیکھتے ہیں، اس لیے نظریہ اور نیت کی تبدیلی کے ساتھ ساتھ رویوں کی تبدیلی نتائج لاتی ہے۔“

11۔ فرمایا: ”انسانی حقوق کا تحفظ کرنا بھی انبیا علیہم السلام کی بعثت کے مقاصد میں سے ہے، اس لیے جن علوم کے ساتھ انسانی زندگی کے فوائد ومنافع اور ضروریات وابستہ ہیں، ان کا سیکھنا بھی ضروری ہے۔ ”عَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ کُلَّهَا“ (31:2) (اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو تمام اشیا کے ناموں کا علم سکھلایا۔) یہ علوم فرشتوں کو نہ دیے، اس لیے انسانی معاشروں کے اجتماعی انسانی مفادات کے لیے علوم وفنون سیکھنا بھی دینِ حق اور قرآنی تعلیمات کا حصہ ہے۔“

12۔ فرمایا: ”علمِ نافع صرف کتابیں پڑھنے سے حاصل نہیں ہوتا، بلکہ اہل اللہ کی صحبت میں بیٹھنے سے حاصل ہوتا ہے۔“

rahimia.org

دعوتِ حق کے عظیم رہنما

حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوری قدس سرہٗ السعید

شکیل احمد ساجد

26/ستمبر 2012ء کی صبح 9:35 برعظیم پاک و ہند کی عظیم خانقاہِ عالیہ رحیمیہ رائے پور شریف کے جانشین، تنظیم فکرِ ولی اللّٰہی پاکستان اور جمعیت طلبائے اسلام پاکستان، نظام المدارس الرحیمیہ اور ادارہ رحیمیہ علومِ قرآنیہ (ٹرسٹ) لاہور کے بانی و سرپرست حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوری نوراللہ مرقدہٗ قضائے الٰہی سے وفات پا گئے۔ حضرتؒ کی عمر تقریباً 90 برس تھی۔ آپ حضرت اقدس شاہ عبدالقادر رائے پوری (دوئم) کے خلیفہ اور حضرت شاہ عبدالعزیز رائے پوری (ثالث) کے فرزند اور ان کے بعد ان کے جانشین مقرر ہوئے۔ 1988ء میں حضرت اقدس شاہ عبدالعزیز رائے پوری نوراللہ مرقدہٗ نے خانقاہ رائے پور شریف (انڈیا) میں ان کی جانشینی کا اعلان فرمایا تھا۔ حضرت شاہ سعید احمد رائے پوری نے 24/25 سال کا عرصہ اپنے مریدین اور تنظیمی ساتھیوں کی تربیت کرنے میں گزارا۔ حضرتؒ اقدس کا پہلا دور 1967ء سے لے کر 1987ء تک آپؒ نے جمعیت طلبائے اسلام پاکستان کے نوجوانوں کی سیاسی و مذہبی تربیت کرنے میں صَرف کیا۔ ختم نبوت کی تحریک میں جمعیت طلبائے اسلام نے ایک اہم کردار ادا کیا اور JTI کے نمائندہ طلبا رہنما، پنجاب کے اکثر کالجوں کی یونین کے عہدے داران میں شامل تھے۔ قومی اسمبلی میں مرزا ناصر قادیانی نے جمعیت طلبائے اسلام کی طرف سے ''خبردار'' کے عنوان سے جاری کردہ اشتہار پیش کیا کہ ہمیں JTI کے نوجوان دھمکی دے رہے ہیں۔ جمعیت طلبائے اسلام، جو کہ حضرت سعید احمد رائے پوریؒ کی تربیت میں منظّم ہو رہی تھی، نے مرزائیوں کو اقلیت قرار دلوانے میں ایک اہم کردار ادا کیا۔ راقم الحروف اس وقت JTI کی طرف سے ختم نبوت کی تحریک میں شامل تھا اور نیا نیا JTI میں شامل ہوا تھا۔ نوجوان طلبا کی اکثریت حضرت شاہ سعید احمد رائے پوری نوراللہ مرقدہٗ کی شخصیت سے متأثر تھی۔ ہر وقت نوجوانوں کا ایک حلقہ حضرت رائے پوریؒ کے گرد جمع رہتا اور حضرت ہر طالبِ علم، خواہ وہ کالجز یونیورسٹیز کا ہو یا دینی مدارس کا۔ ہر ایک پر پورا وقت، اس کی تربیت اور فکر و شعور کی بلندی اور کردار کی تکمیل کے لیے صَرف کرتے تھے۔ ایک نوجوان ان کی صحبت میں رہ کر کندن بن جاتا تھا اور وہ دین اسلام کے غلبے کے لیے مر مٹنے کو تیار ہو جاتا تھا۔ آپؒ جہاں بھی جاتے، نوجوان آنکھیں بچھائے اپنے مربی مرشد کی راہ تک رہے ہوتے تھے۔ کہیں پریس کانفرنسز ہو رہی ہیں، کہیں حضرت اکیلے بیٹھے نوجوانوں کو سمجھا رہے ہیں۔ ان کا اکثر یہ فرمان ہوتا تھا کہ: ''اپنے اندر شعور بیدار کرو۔ دشمن کی چالوں اور مکر و فریب کو پہچانو۔ سامراجی تسلط اور غلبے کے خلاف شعوری فکری جدوجہد کرو۔'' علمائے کرام سے فرماتے کہ: ''دین کو آسان بناؤ۔ نوجوانوں کو اپنے قریب کرو۔ ان کو بُرا جان کر اپنے سے دور نہ کرو۔ یہ ہماری طاقت ہیں، دشمن ان سے خائف ہوتا ہے۔ ان کو حزب اللہ میں شامل کرو۔ ان میں نفرتیں نہ پھیلاؤ۔ انھیں فرقہ واریت سے بچاؤ۔ قرآن کی تعلیمات ان تک پہنچاؤ۔ حضرت سندھیؒ کا نظریۂ انقلاب ان کو بتلاؤ۔ امام حضرت شاہ ولی اللہؒ کی سیاست اور اسلام کی تعلیمات کے قریب ان کو لاؤ۔ انگریز حکمرانوں کی ''لڑاؤ اور حکومت کرو'' کی پالیسی کے خلاف ان کا ذہن بناؤ۔ تاکہ وہ اسلام کے غلبے کی تحریک کے صفِ اول کا سپاہی کا کردار ادا کر سکیں۔''

حضرت شاہ سعید احمد رائے پوریؒ نے دینی مدارس اور کالجز و یونیورسٹیز کے طلبا میں ہم آہنگی پیدا کی۔ ان کو اس فکر سے جوڑا، جس کے بارے میں حضرت شیخ الہندؒ فرمایا کرتے تھے کہ: ''جس فکر میں میری ہڈیاں پگھل رہی ہیں اور جو غم مجھے کھائے جا رہا ہے، اس وجہ سے میں نے ایک قدم آگے بڑھایا اور میں دیوبند سے نکل کر علی گڑھ کی طرف آیا۔'' حضرت شاہ سعید احمد رائے پوریؒ نے بھی اسی فکر کو اپنایا اور حضرت شیخ الہندؒ کی سوچ اور فکر کو نوجوانوں میں منتقل کیا۔ 1987ء سے قبل انصار الاسلام کے حوالے سے کچھ عرصہ نوجوان علمائے دین نے حضرت شاہ سعید احمد رائے پوریؒ کی سرپرستی میں عام نوجوانوں میں دین اسلام کے غلبے کا کام شروع کیا، جو کہ بعد میں کچھ وجوہات کی بنا پر اس نام کو ختم کرنا پڑا۔ پھر 1987ء میں ملتان میں باقاعدہ طور پر ''تنظیم فکرِ ولی اللّٰہی پاکستان'' کے نام سے ایک تنظیم کا اعلان کیا گیا۔ جس کا مقصد ہی یہ تھا کہ امام شاہ ولی اللہؒ کے فکر کو عام کیا جائے اور اس پر نوجوانوں کی تربیت کی جائے اور دین اسلام کے غلبے کا کام نئے عزم اور ولولے کے ساتھ شروع کیا گیا۔ آپؒ کا اس وقت کا لگایا ہوا یہ پودا آج تن آور درخت کی شکل اختیار کر چکا ہے۔ اس کے تمام ادارے اپنی جگہ پر قائم ہیں۔

2001ء میں لاہور میں اعلیٰ حضرت شاہ عبدالرحیم رائے پوری اول کے نامِ مبارک کی مناسبت سے ''ادارہ رحیمیہ علومِ قرآنیہ (ٹرسٹ رجسٹرڈ) پاکستان'' کی بنیاد حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوری رابع نوراللہ مرقدہٗ نے اپنے دستِ مبارک سے رکھی۔ جہاں آج دن رات قرآنی تعلیمات کو نوجوانوں تک پہنچانے کا کام احسن طریقے سے ہو رہا ہے۔ اور ماہر عالم دین، روحانی بزرگ تصوف اور ماہر علوم سیاست اساتذہ نوجوانوں کی تربیت کرنے میں مصروف ہیں۔ ان سب امور کی نگرانی حضرت اقدس شاہ سعید احمد رائے پوری نوراللہ مرقدہٗ خود فرما رہے تھے۔ حضرتؒ کا قیام ادارہ کے ایک چھوٹے سے کمرے میں تھا، جس کا کرایہ حضرت خود اپنی جیب سے ادا کرتے تھے۔

حضرت شاہ سعید احمد رائے پوری نوراللہ مرقدہٗ کا ایک نواب خاندان سے تعلق تھا۔ آپؒ کے دادا نواب تصدق حسین تھے۔ اور آپؒ کے والد حضرت شاہ عبدالعزیز رائے پوری ثالث اپنے علاقے کے ایک بڑے زمین دار اور بڑے سیاسی اثر و رسوخ والے شخص تھے۔ لوگوں کے مسائل حل کرانے سے بہت دل چسپی تھی۔ حضرت شاہ سعید احمد کی عمر جب 5 سال کی تھی تو حضرت رائے پوری ثالث نے ان کو تربیت کے لیے اپنے پیر و مرشد شاہ عبدالقادر رائے پوری نوراللہ مرقدہٗ کے سپرد کر دیا تھا۔ آپ نے بانی تبلیغی جماعت مولانا محمد الیاس دہلویؒ کی بھی صحبت اٹھائی اور حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ کے پاس زیرِ تعلیم رہے۔ آپ نے مدرسہ مظاہر العلوم سہارن پور سے اپنا تعلیمی سفر مکمل کیا۔ اس طرح آپؒ کی ظاہری اور باطنی تربیت اپنے شیخ حضرت اقدس مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری کی نگرانی میں ہوئی اور 1950ء میں حضرت اقدس شاہ عبدالقادر رائے پوری دوئم نے آپؒ کو اپنا خلیفہ بنایا۔

1950ء سے لے کر 2012ء تک کے عرصے میں آپ نے دین اسلام کے غلبے کے لیے خدمات سرانجام دیں اور نوجوانوں کو تیار کیا۔ آج آپؒ کے تربیت یافتہ نوجوان کسی بڑے سرمایہ دار، جاگیردار اور فرعونی سیاست کرنے والے منافق سیاست دان سے مرعوب نہیں ہوتے، بلکہ نہایت ہی تندہی کے ساتھ اپنا کام مثبت طریقے سے سرانجام دے رہے ہیں۔ شیطانی طاقتوں کے زیرِ اثر لوگ ان سے خائف ہیں کہ کہیں یہ سرپھرے نوجوان علمائے حق کی قیادت و سرپرستی میں دین اسلام کی غلبے کی تحریک میں شامل ہو کر کبھی ان کے بنائے ہوئے مفاد

پرستی کے سسٹم کو نہ پلٹ دیں۔ جہاں اب معاشرے میں غیر حقیقی جمہوری رویہ، فرقہ واریت پر مبنی اسلام، معاشی اور سیاسی سرمایہ داروں کی گروہ بندیوں نے عوام کا جینا دوبھر کر رکھا ہے۔ ایسے ماحول میں صحیح نظریے اور بااعتماد انداز میں کام کرنے والے وہ لوگ ہیں، جو آپؒ سے تربیت یافتہ ہیں۔ حضرت شاہ سعید احمد رائے پوری نوراللہ مرقدہٗ ایک ماہر علومِ ربانی، سیاسی رہبر و رہنما اور پختہ کار عالم شریعت تھے۔ جن کی فکر نے نوجوانوں کے ذہنوں کو جلا بخشی۔ حضرت اقدس رائے پوریؒ کی زندگی میں سادگی، بردباری، تحمل، مخلوق سے محبت اور اسلام سے پختہ وابستگی تھی۔ آپؒ لوگوں کی زندگی بہتر بنانے اور انھیں اعلیٰ اَخلاق سکھانے کے لیے دن رات بے چین اور فکرمند رہتے تھے۔ غریبوں سے محبت کرتے تھے۔ چھوٹے سے چھوٹے انسان سے بھی محبت اور پیار کرتے تھے۔ ہر وقت باطل نظام سے نوجوانوں کو آگہی دینے اور نظامِ ظلم کو ختم کرنے کے لیے اور دینی فکر کو غالب کرنے، اس پر اعلیٰ اَخلاق کی حامل تربیت یافتہ جماعت تیار کرنے کے لیے گفتگو کرتے رہتے۔ یہاں تک کہ نوجوانوں کو سمجھاتے سمجھاتے ان کی زندگی مکمل ہوگئی اور یوں آپؒ ہم سب کو روتا ہوا چھوڑ کر اپنے خالقِ حقیقی سے جا ملے ؎

بچھڑا وہ اس ادا سے کہ رُت ہی بدل گئی
اِک شخص سارے شہر کو ویران کرگیا

راقم الحروف جب بہاولنگر سے لاہور پہنچا تو حضرت اقدس کو نہلا دھلا کے کفن دیا جاچکا تھا۔ چہرے پر ایسا نور برس رہا تھا کہ نظریں ہی نہ ہٹتی تھیں۔ بندہ نے پیشانی مبارک پر بوسہ دیا، اپنے ہاتھوں سے دیگر ساتھیوں کے ہمراہ کاندھا دے کر حضرتؒ کے کمرے سے باہر ادارہ کے صحن میں لایا گیا۔ تمام سینئر حضرات دم بخود کھڑے دیدنی نگاہوں سے سفرِ آخرت میں شامل تھے اور ہزاروں لوگ زار و قطار رو رہے تھے اور میت کو کاندھوں پر اٹھائے جنازہ گاہ کی طرف جا رہے تھے۔ بڑا عظیم الشان مجمع تھا۔ لوگ بڑے منظّم انداز سے جنازے کو کاندھا دے رہے تھے جنازہ گاہ میں مفتی عبدالمتین نعمانی صاحب خلیفہ حضرت شاہ سعید احمد رائے پوریؒ صدر نظام المدارس الرحیمیہ پاکستان بیان کر رہے تھے۔ انھوں نے اس موقع پر حضرت مفتی عبدالخالق آزاد رائے پوری کی جانشینی کا اعلان فرمایا اور حضرت جانشین رائے پوری نے نمازِ جنازہ پڑھایا اور اس کے بعد مصافحہ کرنے والوں کی قطاریں لگ گئیں۔ بڑی مشکل اور کافی دقت کے بعد حضرت آزاد رائے پوری فارغ ہوئے اور حضرت رائے پوری رابع کی تربت کی طرف دوڑے۔ ادارہ رحیمیہ لاہور کے قریب ہی حضرت رائے پوری شاہ سعید احمد کی تدفین کی گئی۔ تاکہ باہر سے آنے والوں کو آسانی رہے اور رات گئے تک جانے والے اور آنے والوں کا تانتا بندھا رہا۔ اس طرح دعوتِ حق کا عظیم رہنما اپنے خالقِ حقیقی سے جاملے۔ اب اس جگہ کو گلزارِ سعیدیہ رحیمیہ کا نام دیا گیا ہے۔ إنا لله و إنا إليه راجعون.

40/42 سال سے ہماری وابستگی حضرت شاہ عبدالعزیز رائے پوری (ثالث) سے تھی۔ حضرت رائے پوریؒ ثالث سے بھی ہماری وابستگی کا سبب حضرت رائے پوری رابع حضرت شاہ سعید احمد رائے پوری نوراللہ مرقدہٗ ہی بنے۔ میری پہلی بیعت حضرت رائے پوری ثالث شاہ عبدالعزیز سے ہی تھی۔ کیوں کہ میں بچپن سے ہی JTI سے وابستہ رہا اور حضرت اقدس شاہ سعید احمد رائے پوریؒ کی زیرتربیت رہا۔ درمیان میں جماعت میں مشکل دورِ تفریق کا بھی آیا۔ اس وقت بھی ہم حضرت اقدس رائے پوری رابع کے ساتھ ہی وابستہ رہے۔ جوں جوں وقت گزرتا رہا، ہماری وابستگی اور نظریے میں سدھار اور پختگی آتی گئی۔ مجھے مختلف اسفار اور پروگرامز میں حضرتؒ کی صحبت اور رفاقت نصیب رہی۔ اس کے بعد ابھی دو سال قبل پھر ایک نظریاتی حملے میں کچھ پُرانے لوگ حضرت اقدس کو چھوڑ گئے۔ اس وقت بھی پوری جماعت کو اللہ کے فضل کے ساتھ حضرت رائے پوریؒ کی سرپرستی حاصل رہی۔ بندہ کا تعلق بھی حضرتؒ کے ساتھ رہا۔ اللہ تعالیٰ نے دوسری بار استقامت عطا فرمائی کہ ہمارا تعلق بھی حضرتؒ کے خادموں میں رہا اور معاملہ ٹل گیا۔ حضرتؒ کی جماعت پھر اپنے مقاصد اور اہداف کی طرف پورے عزم کے ساتھ رواں دواں رہی۔ اب حضرت اقدس داغِ مفارقت دے گئے۔ اللہ تعالیٰ حضرت اقدس کو جنت الفردوس کے اعلیٰ درجے میں جگہ نصیب فرمائے، لواحقین کو صبرِ جمیل دے۔

حضرت اقدس رائے پوریؒ کے جنازے کے موقع پر ہزاروں افراد کی موجودگی میں حضرتؒ کے جانشین کا اعلان کیا گیا۔ حضرت مفتی عبدالخالق آزاد صاحب مدظلہٗ العالی کو حضرتِ اقدس رائے پوریؒ رابع کے اعتماد اور ان کے ایما پر تمام دوستوں، خلفا اور احباب کے مشورے کے ساتھ ان کا جانشین مقرر کر دیا گیا۔ اللہ تعالیٰ قبول و منظور فرمائے۔ اللہ تعالیٰ ان پر اپنی رحمت کا سایہ قائم و دائم رکھے اور جو کام حضرت رائے پوری رابع سرانجام دینا چاہتے تھے، وہ ان کے مشن پورا کریں گے اور ان شاء اللہ دین اسلام غالب آئے گا اور باطل نظام غرق ہوگا۔ بے شک باطل ختم ہونے کے لیے ہے۔ خدا تعالیٰ ہم سب کو اس سلسلے میں کام کرنے، مشن کو پھیلانے، نظریے پر ثابت قدمی، استقلال، صبر و برداشت، بردباری، تحمل، حریت کا جذبہ، فداکاری نصب العین پر نصیب کرے۔ آمین۔

> نوجوان طلبا کی اکثریت حضرت شاہ سعید احمد رائے پوری نوراللہ مرقدہٗ کی شخصیت سے متأثر تھی۔ ہر وقت نوجوانوں کا ایک حلقہ حضرت رائے پوریؒ کے گرد جمع رہتا اور حضرتؒ ہر طالبِ علم، خواہ وہ کالجز یونیورسٹیز کا ہو یا دینی مدارس کا، ہر ایک پر پورا وقت، اس کی تربیت اور فکر و شعور کی بلندی اور کردار کی تکمیل کے لیے صَرف کرتے تھے۔ ایک نوجوان ان کی صحبت میں رہ کر کندن بن جاتا تھا اور وہ دینِ اسلام کے غلبے کے لیے مرمٹنے کو تیار ہوجاتا تھا۔

(بقیہ خطبہ جمعہ) اسی لیے صحیح طریقۂ کار کے مطابق تقویٰ کے حصول کی جدوجہد اور کوشش، یہ مسلمان کی زندگی کا صحیح اور سچا اور شعوری راستہ ہے؛ یہ اپنانا ہوگا۔ علمائے حق، علمائے ربانیین، انبیا کے سچے وارثین، دراصل یہی بنیادی کام کرتے ہیں۔ وہ ایسا شعور، ایسی فہم و بصیرت پیدا کردیتے ہیں کہ وہ گرد و پیش کے مکر و فریب، شیطانی اور طاغوتی قوتوں کے پھیلائے ہوئے جال سے نکل کر اخلاص کے ساتھ ایسے راستے پر گامزن ہوجاتے ہیں، جو کل کے لیے ان کے لیے فائدہ مند ہوتا ہے۔ آنے والے کل کے لیے وہ تیاری کرتے ہیں۔ اس کی قدر کرنا، اس کو سمجھنا، اس کے لیے محنت اور کوشش کرنا، عزم اور ارادہ کرنا، صحیح اور درست نظریہ سیکھنا، اس پر پوری ذمہ داری کے ساتھ عمل کرنا، یہ آج کے دور کا بنیادی تقاضا ہے۔ ہماری گمراہی، ذلت اور رسوائی کا سبب وہ بے شعوری ہے، جو مذہب کے نام پر سامراجی مقاصد کے لیے کام کرنے کی صورت میں سامنے آتی ہے۔ اس بے شعوری کی حالت سے نکلنا اور صاحبِ بصیرت لوگوں کی اتباع کے لیے جدوجہد اور کوشش کرنا، آج کی ضرورت اور تقاضا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اسے سمجھنے اور عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

rahimia.org

آہ! میرے حضرت اقدسؒ

بیادِ حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ

محمد عباس شاد

ایک دو زخم نہیں، جسم ہے سارا چھلنی　　درد بیچارہ پریشان ہے، کہاں سے اُٹھے

مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کی موت پر تاریخ نے فلسفہ وعلم الکلام کا ماتم کیا تھا۔ حضرت گنگوہیؒ کی وفات پر تفقہ وبصیرت کا نوحہ کہا گیا تھا۔ حضرت شیخ الہندؒ کے سانحۂ ارتحال پر تدبر وسیاست کا مرثیہ پڑھا گیا۔ حضرت شاہ عبدالرحیم رائے پوریؒ کے انتقال پر عالی ہمتی اور قلبی بصیرت کے فقدان کا افسوس کیا گیا تھا۔ حضرت مدنیؒ کی رِحلت پر قومی وحدت کی گم شدگی پر فریاد کی گئی تھی۔ شاہ عبدالقادر رائے پوری کے گزر جانے پر سنجیدگی ومتانت کے اٹھ جانے کا ماتم ہوا تھا۔ امامِ انقلاب مولانا عبیداللہؒ سندھی کی موت کو انقلاب کی تشنہ تعبیر سے مماثل قرار دیا گیا تھا۔ مفتی کفایت اللہ دہلویؒ کے جانے پر سیاسی بصیرت کو رویا گیا تھا۔ مولانا انور شاہ کشمیریؒ کی وفات کو حافظہ و یادداشت کی موت قرار دیا گیا تھا۔ مولانا ابوالکلام آزادؒ کے جانے پر صحافت یتیم ہوگئی تھی۔ مولانا عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کے جسدِ خاکی کی شکل میں خطابت کا جنازہ اٹھا تھا تو مولانا حفظ الرحمٰن سیوہارویؒ کی وفات سے علم وتحقیق اور نثر نگاری کا ایک باب مکمل ہوگیا تھا اور ان کے علاوہ ہم نے اپنے کیا کیا گوہر آب دار کھوئے، مگر آج ہماری بزمِ فکر وشعور جس چراغ سے روشن تھی، وہ اپنے اندر شانِ قاسمی، بصیرتِ گنگوہیؒ، تدبرِ شیخ الہندؒ، رحیمی شعور وبصیرت، حضرت مدنیؒ کا جذبہ، شاہ عبدالقادرؒ کی سنجیدگی ومتانت، امام سندھیؒ کا انقلابی درد، مفتی کفایت اللہؒ کی سی بصیرت، انور شاہ کشمیریؒ کا حافظہ، ابوالکلامؒ کی انسان دوستی، بخاریؒ خطابت کی جھلک اور حفظ الرحمٰن سیوہارویؒ کا ملکۂ تحقیق وجستجو رکھتا تھا۔ حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوری نے اپنے کندھوں پر اپنے اسلاف کی روحانی وسیاسی ساری امانتیں اٹھا رکھی تھیں۔ آپ کی بدولت دیوبند کے عقلی شعور اور اس کی فلسفیانہ شان باقی تھی۔ آپ کا نام آتے ہی شریعت، طریقت اور سیاست جمع ہوجاتے ہیں۔ آپ کی ذات ایک ایسا بحرِ بے کراں تھی، جس نے اخلاق وسیاست، علم وفہم، تدبر وبصیرت، گویا سارا انسانی وِرثہ اور اپنے اکابر کی نسبتیں اپنی ذات میں جذب کرلی تھیں

لیس علی اللہ بمستنکرٍ　　ان یجمع العالَم فی واحدٍ

(خدا کے لیے یہ محال نہیں کہ دنیا کو ایک ذات میں جمع کردے۔)

افسوس وہ پُر درد آواز، جو اس قیامت آفریں عہد میں صدائے امید بن کر بلند ہوتی تھی، وہ آج خاموش ہوگئی۔ وہ پُر جوش لب ولہجہ، جو ہماری نا اُمیدیوں کے پہاڑوں کو سیلاب بن کر بہا لے جاتا تھا، اس کا طلاطم ہمیشہ کے لیے تھم گیا۔ ہماری آنکھیں ساون کے بادل ہیں، ہمارے دل مجروح اور جگر سوختہ جاں ہیں۔ ہمارے لیے زندگی کا یہ سب سے بڑا صدمہ ہے۔ ہمارے لیے آج یہ کتنا غم ناک سانحہ ہے کہ ہمارے دل ان کے لیے تڑپتے ہیں، جن کا دل خدا کی ساری مخلوق کے لیے تڑپا کرتا تھا ؎

تن ہمہ داغ داغ شد ، پنبہ کجا کجا نہم

میری نظریں جنازے سے پہلے حضرت اقدسؒ کے جسدِ خاکی کو اُن کے کمرے میں لیٹا ہوا دیکھ رہی ہیں۔ ادارہ رحیمیہ کے در و دیوار "دیوارِ گریہ" بن کر ان کی یاد میں ماتم کناں ہیں۔ گریہ وبکا، آہوں اور سسکیوں کی آوازیں میرے کانوں کی دیواروں سے ٹکرا کر میرے دل کو زخمی کررہی ہیں۔ ان کی موت کسی خاص فرقے، جماعت، قوم، نسل یا ملت کا ماتم نہیں، ان کی موت، انسانیت کا ماتم ہے۔ اس عہد میں ایسی شخصیت کا ہمارے درمیان سے اٹھ جانا ملک اور قوم کی بدنصیبی کے سوا کچھ نہیں کہلا سکتا، مگر ان کا صبر واستقلال کا مجسم روحانی پیکر، چشم تصور کے سامنے تشریف فرما ہے اور کانوں میں رَس گھولتی فہم وبصیرت میں ڈھلی ہوئی ان کی یہ آواز حافظے کے پردۂ سکرین پر لہراتی ہوئی محسوس ہوتی ہے: "میرا مشن اور میرا نظریہ تمہارے پاس ہے تو میں تمہارے ساتھ ہوں۔ میرے غم میں دل نہ گھلاؤ۔ جس غم میں مَیں نے "دردِ دل" کی دولت پائی تھی، اگر وہ "درد" تم رکھتے ہو تو میں اپنے نظریات، اپنے خیالات اور اصولوں کی صورت تمہارے درمیاں ہوں اور اسی صورت ہمیشہ رہوں گا۔ اگر تم کبھی مجھے ملنا چاہو تو کسی ایک نوجوان ہی کو سہی، سنگلاخ راستوں پر میلوں چل کر دعوت دینے جاؤ، کسی گرمی کی دوپہر، جاڑے کی طوفانی شام اور کپکپاتی سردی کی رات کو مشن کی کشتی کھہ رہے ہو تو نظریے کی پختگی اپنے سامنے رکھو، مجھے اپنے ساتھ پاؤ گے۔ میں تمہارے قدموں کو مہمیز دوں گا۔"

ان کی موت سے اس خطے میں خدا پرستی اور انسان دوستی کا ایک اور باب مکمل ہوگیا ہے۔ یہ انھی کا خاص امتیاز ہے کہ ان کی تقریروں، لیکچرز، صحبت اور چشمۂ فیض سے سینکڑوں اِنشا پرداز، مقرر، داعی اور مبلغ پیدا ہوگئے ہیں۔ انھوں نے شہرت اور ناموری کے ہنگاموں سے علاحدہ ہوکر، عمومی مذہبی حلقوں کی عام سطح سے اوپر اٹھ کر، مستعد اور قابل افراد پر انفرادی محنت کا نتیجہ خیز اور قومی زندگی کی کایا پلٹنے کے لیے ایک ٹھوس اندازِ تربیت اختیار کیا، جس کی عہدِ حاضر میں نظیر ملنا مشکل ہے۔ ان کی سوچ عام روایتی گروہوں سے بہت مختلف تھی۔ ان کا عالی دماغ غلبہ اسلام کی تعبیریں سوچتا تھا تو ان کا دل انسانیت کے لیے تڑپتا تھا۔ وہ ایک چھوٹے ملک میں عالمی پیمانے پر سوچنے والے عالمی انسان تھے۔ عہدِ حاضر کی نظریاتی فضا پر ان کی فکر کے اثرات کو واضح طور پر محسوس کیا جائے گا۔ وہ ایک ایسی خانقاہ کے جانشین تھے، جس کے اس خطے کی گزشتہ ڈیڑھ صدی کی تاریخ اور فکر وسیاست پر گہرے اثرات ہیں۔ وہ کون سی تحریک اور ادارہ ہے، دیوبند ہو کہ علی گڑھ، ندوہ ہو کہ سہارن پور، جمعیت علمائے ہند ہو کہ مجلس احرار، کانگریس ہو کہ مسلم لیگ، کہ جس کی گردن اس خانقاہ کی شخصی یا جماعتی منّت سے گراں بار نہیں ہے۔

حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوریؒ خانوادۂ رائے پور کے گُلِ سرسبز اور گوہر یکتا تھے۔ گویا رائے پور کی انگشتری کا نگینہ تھے، جس کی چمک کبھی ماند نہیں پڑے گی۔ وہ مشائخِ رائے پور کی سالوں تعلیم وتربیت کا واضح اظہار تھے، خانقاہ کے اکابرین کو ان کی صلاحیتوں پر ناز تھا۔ اکثر اوقات اکابرین کی موجودگی میں ان کی تقاریر اور خیالات مجلس کی زینت بنتے رہتے۔ حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوریؒ جدید وقدیم کے مجمع البحرین تھے۔ قدیم نظام کے تعلیم یافتگان میں جدید افکار کو سمجھنے اور پرکھنے کی اہلیت اور جدید ماحول میں پرورش پانے والے نوجوانوں میں اپنے ماضی کے وِرثے سے پیار کرنے کا سلیقہ، عہدِ حاضر میں اُن کا سب سے بڑا کارنامہ تھا۔ ایسے معجزانہ کارناموں سے ماضی قریب کے لوگوں کا دامن خالی ہے۔

پاکستانی ماحول کی معروضیت میں اگر حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوریؒ کے کردار کا جائزہ لیا جائے تو ہماری سیاسی، اَخلاقی، معاشرتی اور معاشی حالت ایسے طوفانوں کی زَد میں تھی کہ پُرانے زمانے کا رنگ پھیکا پڑ رہا تھا۔ تبدیلی کی لہریں ہمارے پرانے قلعوں کی دیواروں سے ٹکرا کر ان کی بنیادوں کو کھوکھلا کرچکی تھیں۔ ہمارے علما نے زمانے کے سیلاب سے بچنے کے لیے اپنے اپنے رسمی عقائد کے گوشہ ہائے عافیت بنا کر ان میں پناہ لے لی تھی۔ نوجوان نسل پر کہیں سرمایہ داری نے شب خون مارا تو کہیں دہریت اور سوشل اِزم نے نقب زنی کی۔ کہیں حدیث پر بداعتمادی پیدا کی جانے لگی تو کہیں ختم نبوت کا انکار ہونے لگا۔ دین اسلام اور

مسلمان عوام کے لیے یہ دور انتہائی نازک تھا۔ ایک طرف اسلام کی اصل روح کی حفاظت کے ساتھ ساتھ عوام میں تقویٰ و دین داری پیدا کرنا اور دوسری طرف اسلام کی منشا کے مطابق اس کا نظام قائم کرنا اور مغربی سرمایہ دارانہ نظام کی سازشوں کے مقابلے کے ساتھ ساتھ مغرب کے اِلحاد کا سدِباب کرنا۔ یہ تھا وہ چیلنج، جسے ہمارے حضرت اقدس رائے پوریؒ نے قبول کیا اور ہر محاذ پر دانش و بصیرت سے ہر چیلنج کا مقابلہ کیا۔

حضرت رائے پوریؒ کا فضل و کمال، ایمان و معرفت، زہد و وَرع، خشیت و تقویٰ، علم و عمل، صورت و سیرت، ہر چیز نمونۂ سلف تھی۔ غرض وہ اپنے علم و عمل میں پہاڑ اور اَخلاق و کرم میں بہتے دریا کی مانند تھے۔ وہ اکابر کی زندہ یادگار تھے۔ تقریر کریں تو نظریات کا بحرِ بے کنار، گفتگو ہو تو نظریں چہرے سے نہ ہٹیں۔ معلومات کا دریا، قوتِ حافظہ بے پناہ اور وسعتِ علمی کی نادر مثال۔ اَخلاق میں سرتاپا انکسار، سرتاپا تواضع، حددرجہ فروتنی، لیکن حددرجہ بے نیاز۔ غنی نفس، بلند حوصلہ، خدا کے سوا ہر بڑائی سے نڈر اور ہر کبریائی سے بے خوف۔ کم رُتبے کے لوگ ان کی مجلس میں بیٹھ کر اپنے اندر عظمت محسوس کرتے اور کمزور، طاقت ور ہوتے۔ ہر دل میں ان کے اَخلاقِ عالی کا نقش پیوست ہوجاتا۔ وہ بہت کچھ تھے، مگر سب سے بڑھ کر یہ کہ وہ اپنے ہر کارکن اور تعلق والے کے محبوب و حبیب تھے۔ ان کا ہر ملنے والا یہی سمجھتا تھا کہ وہ سب سے زیادہ اسی سے محبت کرتے ہیں۔ ان کی ہستی محبت کا آئینہ خانہ تھی۔ سالوں پُرانے دوستوں کے کوائف یاد رکھتے۔ سالوں پہلے ملے کسی نوجوان کو جب اس کے نام سے مخاطب فرماتے تو وہ آواز نوجوان کے سینے میں اُتر جاتی اور ایک لازوال نقش چھوڑ جاتی۔ ان کی ذات میں ساری انسانی خوبیاں جمع ہوگئی تھیں۔ ایسے نیک باطن، فیاض اور دور اندیش عالمِ ربانی اس کرۂ ارض پر اللہ کی نشانیوں میں سے ایک ہوتے ہیں۔

آپؒ کے شب و روز عبادت و ذکر، دعوت و تلقین، اسلام کے فکر و فلسفے کی تفہیم و تشریح میں گزرتے۔ ملک کا کوئی کونہ نہیں بچا، جہاں ان کو ان کا ذوقِ انقلاب نہ لے گیا ہو۔ پابندیٔ اوقات میں اپنی مثال آپ تھے۔ ان کی سب سے بڑی خوبی یہ تھی کہ وہ راہ اور منزل کے فرق کو خوب سمجھتے تھے۔ انھوں نے راہ کی مشکلات کے باعث منزل سے ہٹنا کبھی گوارا نہیں کیا۔ اس دوران کئی انقلاب آئے، سیاست و مذہب کی صف کے کئی نامور لوگ تھک تھک بیٹھ گئے، مگر وہ سوئے منزل ہی رواں دواں رہے۔ اس دوران انھوں نے اپنے خانقاہی وقار، خاندانی وجاہت کو قائم رکھا اور اَسلاف کی امانت پر آنچ نہ آنے دی۔ ان کی مجلس و نشست گاہ ہمہ وقت تذکرۂ اَسلاف کی زندہ تاریخ بنی رہتی اور وہ زندہ کتاب کی مانند ورق در ورق جلوہ فرما رہتے۔ اچھی استعداد اور جوہرِ قابل کے ہمیشہ جویا رہتے تھے۔ نوجوانوں کی ذہنی کایا پلٹنے کا خدا نے انھیں خاص ملکہ دیا تھا۔ ان کی گفتگو کی ضوافشانی سے باطل خیالات کے بادل چھٹ جاتے تھے۔ اس میں وہ اپنی طرز کے تنہا مالک تھے۔

ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ کی موت نے ان کی امیدوں کو بر آنے کا موقع نہیں دیا اور وہ اپنے خواب ساتھ لے گئے، بلکہ وہ اپنے تربیت یافتگان کی شکل میں اپنے خوابوں کی زندہ تعبیر قوم کی جھولی میں ڈال گئے ہیں۔ انھوں نے اپنے وِرثے میں ایک ایسی فکر اور جماعت چھوڑی ہے، جو ہمیشہ انسانیت کو اپنا گرویدۂ احسان رکھے گی۔ وہ اپنے فیض سے علم و عمل کے اتنے چراغ روشن کر گئے ہیں، جن کی روشنی کبھی مدھم نہ ہوگی ؎

ہوا کے رُخ پر چراغِ اُلفت کی لو بڑھا کر چلے گئے
وہ اِک دیے سے نہ جانے کتنے دیے جلا کر چلے گئے

رفتارِ کار

رپورٹ: انیس احمد سجاد

ادارہ رحیمیہ علومِ قرآنیہ کی مجلس شوریٰ کا اجلاس

حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوری قدس سرہٗ کے وصال کے بعد ادارہ رحیمیہ علومِ قرآنیہ کی مجلس شوریٰ کا ایک اجلاس منعقد ہوا۔ جس میں آئندہ کے لیے عہدے داران کا انتخاب عمل میں لایا گیا۔ چناں چہ اس اجلاس میں متفقہ طور پر حضرت مولانا مفتی سعید الرحمٰن صاحب مدظلہٗ کو ادارہ رحیمیہ علومِ قرآنیہ کا سرپرست مقرر کیا گیا، جب کہ سرپرست ادارہ نے حضرت مولانا مفتی عبدالمتین نعمانی صاحب مدظلہٗ کو ادارہ رحیمیہ علومِ قرآنیہ کا صدر مقرر کیا۔

سرپرستِ ادارہ و صدر ادارہ کی باہمی مشاورت سے جناب مفتی عبدالخالق آزاد صاحب مدظلہٗ کو ادارہ کا ناظم اعلیٰ جب کہ ڈاکٹر عبدالرحمٰن راؤ صاحب کو ناظم مالیات مقرر کیا گیا۔ نیز مجلس عاملہ اور سرپرستِ ادارہ کی باہمی مشاورت سے جناب مولانا محمد مختار حسن، جناب مفتی عبدالغنی قاسمی، جناب مفتی عبدالقدیر، جناب ڈاکٹر سید لیاقت علی شاہ، جناب آفتاب احمد عباسی، جناب مولانا ڈاکٹر تاج افسر، جناب حاجی محمد بلال بلوچ اور جناب مولانا محمد عباس شاد کو ادارہ کی مجلس شوریٰ کے رکن کے طور پر منتخب کیا گیا۔ مزید برآں ادارہ کی مجلس منتظمہ کے لیے سکھر کیمپس کے ایڈمنسٹریٹر کے طور پر جناب ڈاکٹر سید لیاقت علی شاہ معصومی، کراچی کیمپس کے لیے جناب جان محمد گدارو، راولپنڈی کیمپس کے لیے جناب مرزا محمد رمضان، ملتان کیمپس کے لیے جناب چوہدری رشید احمد اور مین کیمپس لاہور کے لیے انیس احمد سجاد کو مقرر کیا گیا۔

تکمیلی دعا سے پہلے سرپرستِ ادارہ حضرت مولانا مفتی سعید الرحمٰن اعوان مدظلہٗ نے ادارہ کی تمام مجالس کے اراکین سے حلف لیا۔ آخر میں صدر ادارہ نے حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوریؒ کے ایصالِ ثواب، بلندیٔ درجات اور اُن کے مشن کو آگے بڑھانے اور اس پر استقامت سے کام کرنے کی دعا کے ساتھ اجلاس کی تکمیل کروائی۔

حضرت اقدس رائے پوریؒ کے وصال پر

عالمی مجلس تحفظِ ختم نبوت کے امیر اور جامعہ باب العلوم کہروڑپکا کے شیخ الحدیث
حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانوی کے تعزیتی تأثرات

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آج مؤرخہ 22- نومبر 2012ء کو خانقاہِ رحیمیہ میں بسلسلہ تعزیت حضرت مولانا شاہ سعید احمد رائے پوریؒ، حاضری ہوئی۔ مولانا سعید احمد رائے پوریؒ عظیم سلسلۂ روحانی رائے پور کے روشن چراغ تھے۔

ان کی وفات پاکستان کے علمی اور روحانی سلسلوں کے لیے نقصانِ عظیم ہے۔ انھوں نے جدید پڑھے لکھے طبقے میں دین کی ترویج اور نشر و اشاعت کا جو کام کیا، وہ قابل قدر ہے۔

اللہ تعالیٰ ان کے درجات کو بلند فرمائے اور انھیں جنتِ فردوست میں جگہ عطا فرمائے۔ آمین!

(دستخط) عبدالمجید	(دستخط) محمود الحسن
شیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ باب العلوم	ڈاکٹر محمود الحسن عارف
کہروڑپکا ضلع لودھراں	رکن دائرۃ المعارف پنجاب یونیورسٹی لاہور

حضرتِ اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوری قدس سرہٗ کے وصال پر اُن کے جانشین کے نام

حضرت **مولانا محمد اختر** مدظلہٗ العالی مہتمم جامعہ اسلامیہ ریڑھی تاج پورہ، ضلع سہارن پور، یوپی، ہند ومجاز حضرت اقدس رائے پوری رابع کا تعزیتی مکتوبِ گرامی

۲۸/۱۱/۱۴۳۳ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محترم المقام جناب حضرت مولانا مفتی عبدالخالق صاحب آزاد دامت برکاتہم جانشین حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ رائے پوری خانقاہِ عالیہ رائے پور

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد سے اضطرابی کیفیت ہے کہ کب آں جناب کی خدمت میں حاضر ہوکر کچھ تسلی ہو۔ حضرت مولانا عبدالسلام صاحب مدظلہٗ العالی اور فدوی نے مشورہ کیا آنے والے جمعہ کو دہلی جاکر ویزے کے لیے درخواست گزاری جائے۔ مفتی محمد عامر صاحب، راؤ قیصر سلیم، حافظ راؤ محمد طارق، محمد انور سلمہ کا بھی ارادہ ہے۔ جسے بھی ویزا مل جائے گا، ترتیب بنا کر حاضری کا ارادہ ہے انشاء اللہ۔ دعا بھی فرمادیں اللہ تعالیٰ اس سلسلے میں مدد فرمائے۔ آمین! یہاں جامعہ میں تمام اساتذہ اور باشندگان ریڑھی تاجپورہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق معلومات کرتے رہتے تھے کہ کب تشریف آوری ہوگی۔ شدت سے منتظر تھے، مگر وصال کی خبر سے سب پژمردہ ہوگئے۔ آں جناب کی تشریف آوری ہو تو اپنی محرومی کا احساس ذرا سرد پڑے۔ تنہائی میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا خیال آتا ہے تو بسا اوقات دل کی ترجمانی آنکھیں کرنے لگتی ہیں۔ 2009ء کے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے رائے پور کے سفر میں بھی زیادہ دن حاضری کا موقع میسر نہیں آسکا۔

جامعہ میں ایصالِ ثواب برابر کرایا جارہا ہے۔ یہی ایک صورت کچھ تسلی کی معلوم ہوتی ہے۔ حافظ محمد اسلام صاحب دیوبند والوں کے ذریعے یہ عریضہ ارسال کیا جارہا ہے۔ کچھ سمجھ میں نہیں آرہا ہے کہ دل کو کس طرح سکون ملے۔ اس ناچیز کو اب جدائی کا احساس خوب خوب ستارہا ہے۔ یہ بھی کہ حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کس قدر شفقت فرماتے تھے۔ جامعہ کی ضرورت سے غیر حاضری ہوجاتی، فرماتے کہ: ''کل کیوں نہیں آئے؟'' فرماتے: ''ریڑھی مدرسہ ہمارا مدرسہ ہے۔ یہاں ہم اپنے دل کی بات کھل کر کہہ دیتے ہیں۔'' یہ کلماتِ طیبات کیسے شفقت آمیز تھے میرے حضرت کے۔ اللہ تعالیٰ ان کی قبر کو نور سے منور فرمائے۔ اعلیٰ علیین میں جگہ عطا فرمائے۔ آمین! اور آں جناب کو ان کی جانشینی کا پورا حق ادا کرنے کی ہمت وحوصلہ عطا فرمائے۔ یہاں سب اساتذہ عرض کرتے ہیں۔

ایسے لوگوں کے لیے ہدایت کی دعا فرماویں جو اپنی عاقبت کے متعلق بے فکر ہیں۔ جملہ احباب کی خدمت میں سلام مسنون بشرطِ سہولت۔

احقر محمد اختر مہتمم جامعہ اسلامیہ ریڑھی تاجپورہ

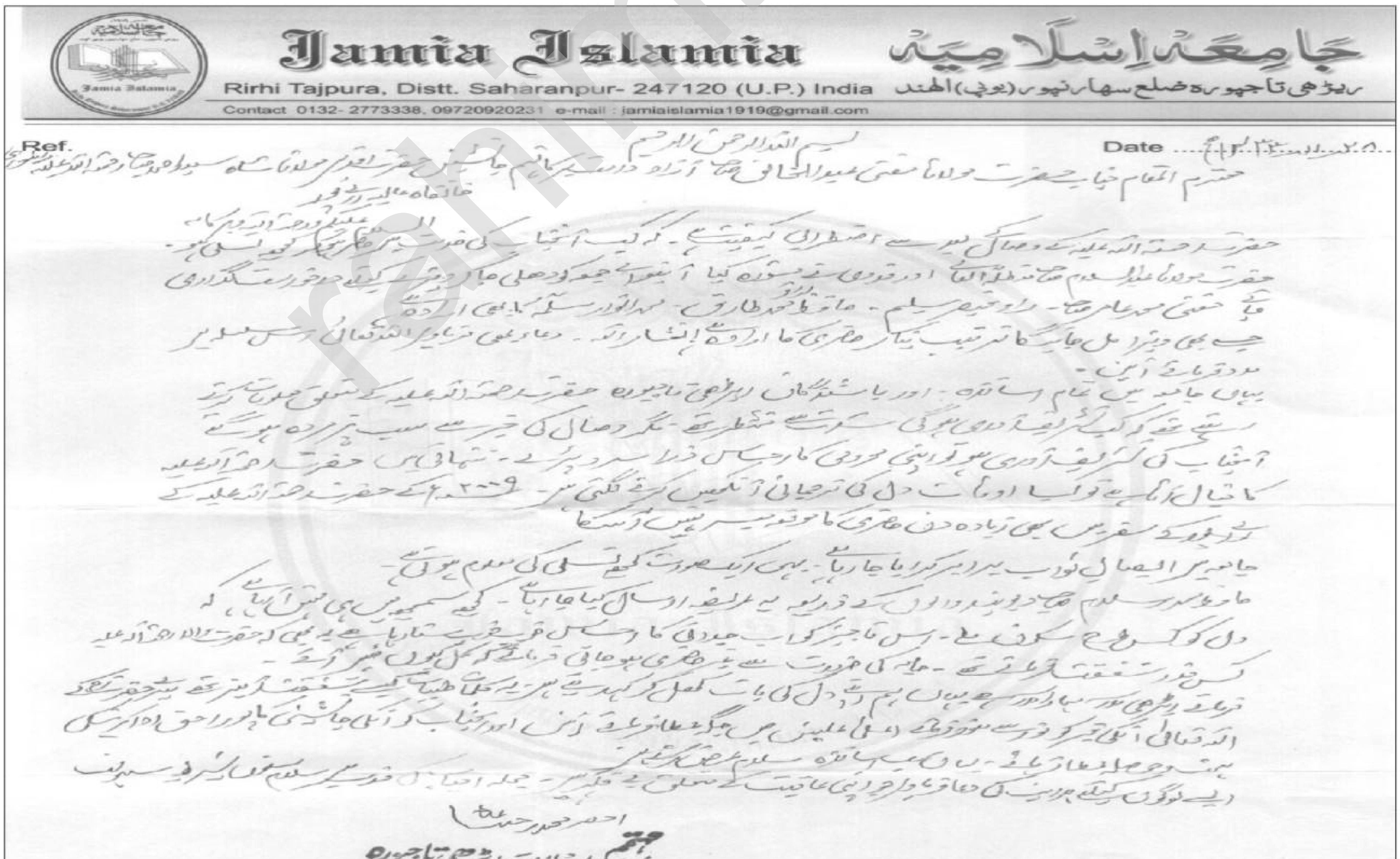

Jamia Islamia جامعۃ اسلامیۃ

Rirhi Tajpura, Distt. Saharanpur- 247120 (U.P.) India ریڑھی تاجپورہ ضلع سہارنپور (یوپی) الھند

Contact 0132- 2773338, 09720920231 e-mail : jamiaislamia1919@gmail.com

Ref.

Date

Monthly **RAHIMIA** Lahore CPL No. 59

حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوری کے جانشین
حضرت اقدس مولانا مفتی عبدالخالق آزاد رائے پوری دامت برکاتہم العالیہ
کا سلسلۂ عالیہ رحیمیہ رائے پور کے متوسلین کے لیے پیغام

حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوری قدس سرہٗ السعید وقتِ موعود پر اپنے ربّ کے حضور تشریف لے جاچکے ہیں۔ آپؒ کی جدائی ہم سب متوسلینِ سلسلۂ رائے پور کے لیے دلی قلق اور اضطراب کا باعث بنی ہے۔ اسے دور کرنے کے لیے ضروری ہے کہ ہم مکمل دل جمعی اور پورے صبر واستقامت کے ساتھ حضرت اقدس رائے پوریؒ اور مشائخ رائے پور کے بتلائے ہوئے راستے، مشن اور نظریے کے مطابق پوری جدوجہد کریں۔

حضرت اقدس رائے پوریؒ کے وصال پر ہزاروں افراد نے حضرت اقدسؒ کے جنازے میں شرکت کی، سینکڑوں متعلقین نے تعزیتی خطوط اور ٹیلیفونک پیغامات ارسال کیے اور بہت سے احباب نے ادارہ رحیمیہ علومِ قرآنیہ لاہور میں بنفسِ نفیس تشریف لاکر حضرتؒ کے وصال پر ہم سے تعزیت کی ہے۔ حضرت اقدسؒ کے خلفا اور ادارہ رحیمیہ کی مجلس منتظمہ وشوریٰ کے اراکین ان تمام احباب وحضرات کا شکریہ ادا کرتے ہیں۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مشائخ رائے پور کے ساتھ اپنے تعلق کے سبب انھیں جزائے خیر عطا فرمائے۔

سلسلۂ عالیہ رحیمیہ رائے پور سے تعلق رکھنے والے ایسے تمام احباب، جو حضرتؒ اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوری قدس سرہٗ سے بیعت ہیں، انھیں تجدیدِ بیعت کی ضرورت نہیں ہے۔ البتہ دلی محبت، تعلق اور وابستگی رہنی چاہیے۔ یہ ضروری ہے کہ حضرت اقدس کے بتلائے ہوئے معمولات جاری رکھیں۔ چناں چہ نماز باجماعت کے اہتمام کے ساتھ، فجر کی نماز کے بعد تیسرا کلمہ ایک سو مرتبہ، مغرب کی نماز کے بعد سو مرتبہ استغفار اور عشا کی نماز کے بعد سو مرتبہ درود شریف کا معمول رکھیں۔ اسی طرح اللہ کی عظمت ومحبت کے ساتھ تلاوتِ قرآنِ حکیم اور ذکر اللہ کو بھی اپنا معمول بنائیں اور چاروں مشائخ رائے پور یعنی حضرت اقدس مولانا شاہ عبدالرحیم رائے پوریؒ، حضرت اقدس مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری، حضرت اقدس مولانا شاہ عبدالعزیز رائے پوریؒ اور حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوری قدس اللہ اسرارہم کے بلندیٔ درجات کے لیے ایصالِ ثواب اور دعاؤں میں مشغول رہیں۔ مشائخ رائے پور کے ساتھ محبت، تعلق اور معمولات کی پابندی سے روحانی نسبت کی ترقی ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ سلسلۂ رائے پور کے تمام متعلقین کو اپنی اور اپنے رسولؐ کی محبت اور رضا کے حصول کے لیے مشائخ رائے پور کی محبت کو اپنی چاہت بنانے اور ان کے بتلائے ہوئے راستے کے مطابق عملی جدوجہد اور کوشش کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

عبدالخالق آزاد رائے پوری خادم سلسلۂ عالیہ رحیمیہ رائے پور

دینی مسائل

اس صفحے پر قارئین کے سوالات کے جوابات دیے جاتے ہیں!

از جناب مفتی عبدالغنی قاسمی شعبہ دارالافتاء ادارہ رحیمیہ علومِ قرآنیہ (ٹرسٹ) لاہور

براہِ راست سوالات پوچھنے کے لیے رابطہ کریں: 0321-4431184

سوال (1): نماز کی تکبیر کے وقت تکبیر کہنے والا پہلی صف میں کھڑا نہ ہوسکا تو وہ دوسری یا تیسری صف میں کھڑے ہوکر تکبیر پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟ محمد مظہر، لاہور

جواب: نماز باجماعت کے لیے تکبیر کہنے والا جس صف میں بھی کھڑا ہو، تکبیر پڑھ سکتا ہے۔

سوال (2): نائلہ فوت ہوئی، اس کی ایک بیٹی، ایک بہن اور ایک بھائی زندہ ہیں، جب کہ والدین اور شوہر کا بہت پہلے انتقال ہوچکا ہے۔ نائلہ کی وراثت کیسے تقسیم ہوگی؟

جواب: متوفیہ نائلہ کی کل جائیداد واَملاک کے چھ حصے کیے جائیں، جن میں سے تین اس کی بیٹی کو اور دو حصے اس کے بھائی کو اور ایک حصہ اس کی بہن کو دیا جائے۔

سوال (3): عمر کا انتقال ہوگیا۔ اس کے ورثا میں ایک بیوہ، ایک بیٹا اور دو بیٹیاں زندہ ہیں۔ والدین کا کافی عرصہ پہلے انتقال ہوچکا ہے، جب کہ عمر کی بیوہ حاملہ بھی ہے۔ متوفی کی میراث کیسے تقسیم ہوگی؟ ڈاکٹر غضنفر، چشتیاں

جواب: متوفی عمر کی بیوہ چوں کہ حمل سے ہے، اس لیے وضع حمل تک اس کی میراث تقسیم نہیں ہوگی۔ اگر میراث کی تقسیم کی فوری ضرورت ہو تو حمل کو بیٹا تصور کرکے وراثت کو درجِ ذیل طریقے سے تقسیم کیا جائے گا۔ تجہیز وتکفین اور ادائیگی قرض اور اجرائے وصیت کے بعد متوفی عمر کی کل میراث کے اڑتالیس حصے کیے جائیں گے۔ جن میں سے بیوہ کو چھ اور ہر ایک بیٹی کو سات سات اور بیٹے کو چودہ حصے ملیں گے۔ حمل کے لیے بھی چودہ حصے امانتاً رکھے جائیں۔ اگر بیٹا پیدا ہو تو اس کا حصہ اس کی طرف سے اس کے ولی کے سپرد کیا جائے گا تاکہ بالغ ہونے کے بعد اس کو دیا جاسکے۔ اور اگر بیٹی پیدا ہوئی تو پہلی تقسیم کالعدم قرار دی جائے گی اور تقسیم میں کل ترکہ چالیس حصوں پر منقسم ہوگا، جس میں بیوہ کو پانچ، بیٹے کو چودہ، جب کہ ہر بیٹی کو سات سات حصے ملیں گے۔

سوال (4): خصی جانوروں کی قربانی درست ہے یا نہیں؟ سلیمان مظہر، لاہور

جواب: خصی جانوروں کی قربانی درست ہے۔ ایسے جانور کا گوشت نسبتاً بہتر ہوتا ہے۔ ابوداؤدؒ کی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خصی بکروں کی قربانی فرمائی۔

سوال (5): نفل حج والدین کی اجازت کے بغیر درست ہے یا نہیں؟ محمد عثمان، فیصل آباد

جواب: اگر والدین اجازت نہ دیں تو نفلی حج پر نہیں جانا چاہیے۔

مجلس مشاورت

حضرت مولانا مفتی عبدالقدیر (چشتیاں)
حضرت مولانا مفتی عبدالغنی قاسمی (لاہور)
حضرت مولانا مفتی محمد مختار حسن (نوشہرہ)
حضرت مولانا [illegible] ین پوری (بہاولنگر)
حضرت مولانا صاحبزادہ رشید احمد (ڈیرہ اسماعیل خان)
محترم سید مطلوب علی زیدی (لاہور)
حضرت مولانا مفتی محمد اشرف عاطف (سعودی عرب)
حضرت مولانا محمد اشرف اثر (حیدر آباد)
محترم ڈاکٹر لیاقت علی شاہ معصومی (سکھر)
محترم حاجی محمد بلال بلوچ (قاضی احمد)
محترم ڈاکٹر عبدالرحمٰن راؤ (سرگودھا)
محترم انجینئر آفتاب احمد عباسی (کراچی)
محترم سید خالد ریاض بخاری (واہ کینٹ)
حضرت مولانا عبداللہ عابد سندھی (شکارپور)
حضرت مولانا پروفیسر ڈاکٹر تاج افسر (اسلام آباد)
حضرت مولانا محمد ناصر عبدالعزیز (جھنگ)
حضرت مولانا قاضی محمد یوسف (حسن ابدال)
محترم قاری محمد ایاز جدون (مانسہرہ)

پرچہ ہر ماہ کی 3 اور 4 تاریخ کو ارسال کردیا جاتا ہے۔
ممبرشپ کی رقومات کی ترسیل بنام
"رحیمیہ لاہور" میزان بینک قرطبہ چوک برانچ لاہور
اکاؤنٹ نمبر: 0219-0100328009 پر کریں!

مدیرِ اعلیٰ مفتی عبدالخالق آزاد طابع وناشر نے
اے۔ جے پرنٹرز 28/A نسبت روڈ، لاہور سے چھپوا کر
دفتر ماہنامہ "رحیمیہ" رحیمیہ ہاؤس
33/A کوئینز روڈ، لاہور سے جاری کیا۔